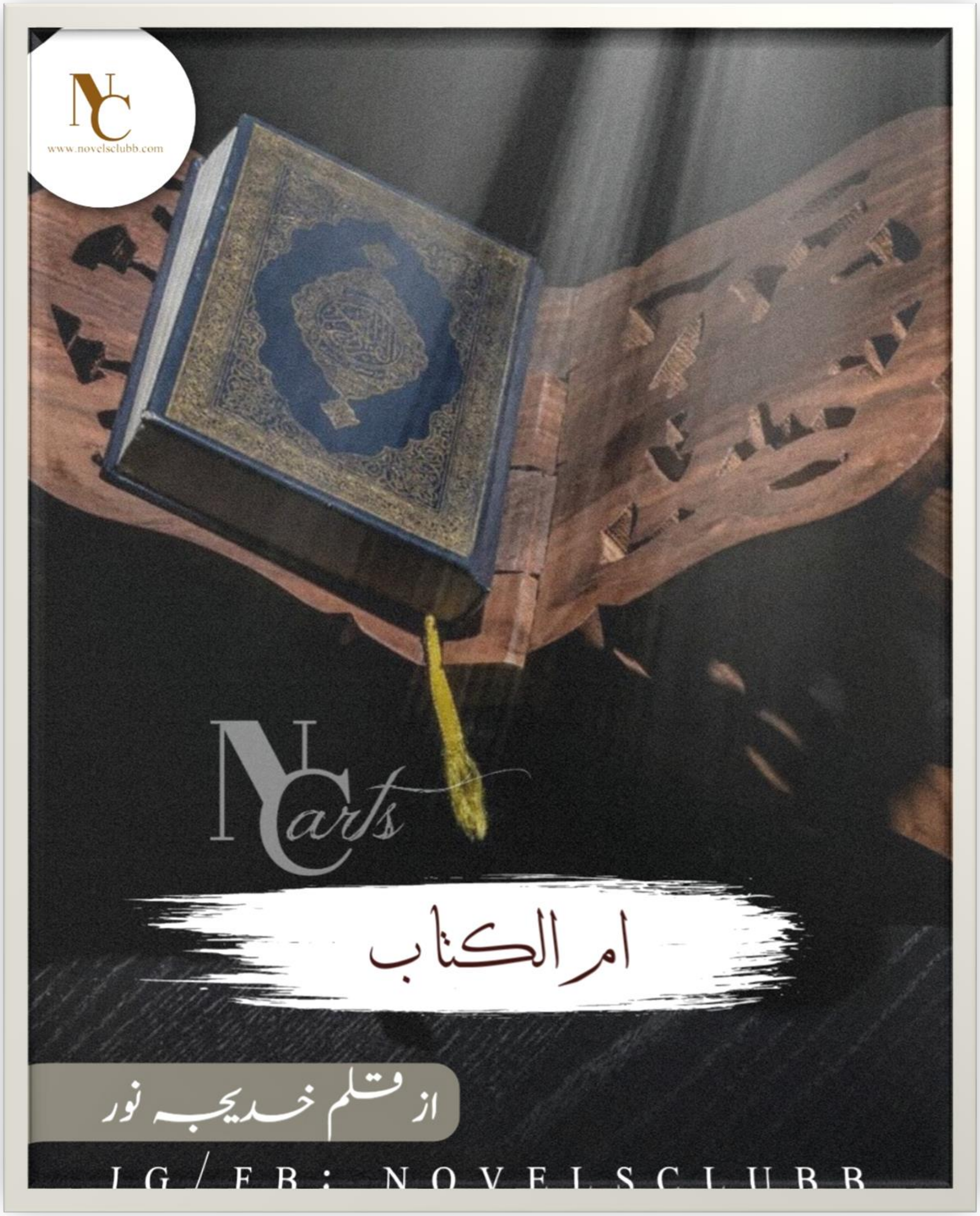
www.novelsclubb.com
ام الکتاب
از قلم خدیجہ نور
IG / FB: NOVELSCLUBB

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

ام الکتاب

از قلم

خدیجہ نور

www.novelsclubb.com

قسط نمبر 12

اسامہ کی بات مان کر لارا پاکستان آنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ وہیں یہ خبر ساحر تک پہنچی تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اسامہ کی ہر جائز، ناجائز بات وہ مانتا آیا تھا مگر اب کی بار اس نے بھی حد کر دی تھی۔ وہ اپنے بڑے بھائی کا تقدس بھول گیا تھا۔ ساحر علی خان اس بات کو فراموش کر گیا تھا کہ حرام کی راہ پر چلنے والوں کو کسی شے کا بھی تقدس نہیں رہتا۔ ان کو حلال حرام میں تمیز کرنا نہیں آتا۔ وہ سیاہ، سفید کو پہچان نہیں پاتے۔ وہ خود بھی اسی صف میں کھڑا تھا۔ اور اس کا بھائی اس کے شانہ بشانہ۔

لارا کو پاکستان بلانے کے پیچھے جو مقصد تھا اس سے ساحر بخوبی واقف تھا۔ وہ نازنین سے خوفزدہ نہیں تھا۔ نا ہی اسے کوئی فرق پڑتا اگر یہ سب آج سے ایک ماہ پہلے پیش آتا۔ مگر اب نازنین کے لئے دل میں جو نرم گوشہ پیدا ہوا تھا اس نے بہت سے پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا تھا۔ لارا کو اس نے صرف وقت گزاری کے لئے

ساتھ رکھا تھا۔ بعد میں چھوڑ دیا تھا۔ مگر نازنین کا معاملہ الگ تھا۔ وہ عجیب تھی۔ جب آس پاس ہوتی تھی تو کسی چیز کا ہوش نہیں رہنے دیتی تھی۔ وہ ایک ساحرہ تھی جس کے سحر میں وہ یہاں آکر قید ہو چکا تھا۔ مگر سحر ہمیشہ وبال جان بنتا ہے۔ یہ بات بھی لکھی پڑی تھی۔

لارا کے پاکستان میں رہنے کے انتظامات اسامہ پہلے ہی مکمل کر چکا تھا۔ مگر وہ یہ بات بھول گیا تھا کہ ساحر اس سے دس قدم آگے چلتا تھا۔ لارا اسامہ کے ہی فلیٹ میں ٹھہری تھی۔ پاکستان آنے کے بعد سے اس کا رابطہ اسامہ سے نہیں ہوا تھا۔ ابھی بھی وہ فون پر آرڈر نوٹ کروا کر صوفے پر آڑھی ترچھی بیٹھی تھی۔ ابھی وہ اسامہ کو کال کرتی اس سے پہلے ہی ڈور بیل کی آواز پر چونکی۔ آرڈر تو اتنی جلدی آ نہیں سکتا تھا اور اسامہ کے آنے کی امید نہیں تھی۔ انہی سوچوں میں وہ دروازے کی جانب بڑھی اور بنا ہول میں سے دیکھے دروازہ کھول دیا۔ سامنے موجود شخص کو دیکھ کر وہ

اگلا سانس لینا بھول گئی تھی۔دل کی دھڑکن گویا رک سی گئی تھی۔پیروں تلے زمین کھسکنے کسے کہتے ہیں یہ لارا کو آج معلوم ہوا تھا۔

"ویلکم سویٹ ہارٹ !پریشانی تو نہیں ہوئی یہاں تک پہنچنے میں "۔مقابل لارا کے گال پر آئی لٹ کو ہاتھ کی مدد سے اس کے کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولا۔چہرے کے تاثرات میں سنجیدگی رقم تھی۔

دوسری جانب لارا کو دیکھو تو اس کا چہرہ یوں تھا جیسے کسی نے سفیدی پھیر دی ہو۔نیلی آنکھوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔قدموں نے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

("بھائی سے تمہاری حفاظت کی ضمانت میری ہے۔بھائی تمہیں کبھی بھی جان سے نہیں ماریں گے"۔)

اسامہ کے کہے گئے الفاظ دماغ میں گردش کر رہے تھے۔مگر ساحر کو سامنے موجود دیکھ کر سارا بھروسہ بھر بھری ریت کی مانند ان دیکھی آندھی کی نظر ہو گیا تھا۔

"میں اس سب کی وضاحت دینے کو تیار ہوں! ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں"۔ اپنے حواس بحال کرتی ہوئی لارا ساحر کو رستہ دینے کی غرض سے ایک طرف ہوئی۔ ساحر نے ایک نظر اس کے وجود کو دیکھا۔ جس میں ایک اور ننھی جان سانسیں لے رہی تھی۔ وہ جان جو اس کا کارما تھی۔ پھر آنکھیں زور سے میچ کر کھول لیں۔ ایک ساتھ دو قتل! اس نے کبھی کسی معصوم کا قتل نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ اپنے اعمال نامہ ایک اور گناہ سے بھرنے جا رہا تھا۔

"بات کرنے کا وقت گزر گیا مس حنا آفندی"۔ اتنا کہتے ہی ہاتھ میں موجود گن لارا کی کنپٹی پر رکھتے ہی اس نے بنا اس کو سوچنے کا موقع دیئے ٹرگر دبا دیا۔ لارا کا وجود ایک جھٹکا کھا کر زمین بوس ہو گیا۔ خون کا لاوا تھا جو ابل ابل کر فرش کو رنگین کر رہا تھا۔ ساحر گھٹنوں کے بل جھکا اور لارا کا سر اپنی گود میں رکھا۔

"معاف کرنا۔ میں مجبور تھا۔ تمہیں زندہ چھوڑ دیتا تو خود سانس کیسے لیتا۔ سب سے پہلے اپنی جان بچانا ضروری ہوتا ہے۔ اور تم سے بہتر یہ بات کون جانتا ہو گا"۔ سر

www.novelsclubb.com

سے بہتا خون ساحر کے ہاتھوں کو بھی رنگین کر گیا تھا۔اس وقت اس کی حالت کسی دیوانے کی سی تھی۔آج پہلی مرتبہ اس کو اپنے اعمال پر شرمندگی ہوئی تھی۔اپنے گناہوں سے بے زاری ہوئی تھی۔احتیاط سے اس کا سر گود سے نکالتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔بنا ایک دفعہ مڑے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔پیچھے لارا کا ساکت وجود، ساکن سانسیں اور بہتا ہوا خون موجود تھا۔

ساحر اپنی کار میں آکر بیٹھ چکا تھا۔ساتھ ہی موبائل پر نمبر ملاتا ہدایات دے رہا تھا۔

"پولیس کی ریڈ تب پڑنی چاہیئے جب اسامہ یہاں پہنچ جائے"۔اتنا کہتا وہ اگنیشن میں چابی گھماتا کار اسٹارٹ کر چکا تھا۔انجن حرارت پکڑتا حرکت میں آچکا تھا۔وہیں ساحر کی نظروں کے سامنے ایک مرتبہ پھر سے لارا کا چہرہ لہرایا جس کو اس نے جھٹک دیا۔اب یہ پچھتاوا ساری عمر کا تھا جو اس کو سہنا تھا۔

نازنین گھر لوٹی تو غیر معمولی شور و غل کے باعث ٹھٹکی۔ شاہین ملازموں کو ہدایات دے رہی تھیں جو مستعدی سے کام کر رہے تھے۔

"مما خیریت ہے؟ کیا کوئی آرہا ہے؟"۔ وہ ارد گرد نگاہیں دوڑاتی تحیر سے بولی۔ جس پر شاہین مسکرا دیں۔

"حیدر بھائی پاکستان واپس آچکے ہیں۔ کل شام میں ثمرین اور وہ دن لینے آئیں گیں بس اسی کی تیاریاں کر رہی ہوں"۔ وہ پر مسرت لہجے میں بولتی ہوئیں آگے بڑھ گئیں۔ جبکہ نازنین کا دل نجانے خوش ہونے کے باعث مزید اداس ہو گیا۔ وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ اپنے بستر پر آکر لیٹ گئی اور کمبل کو سر تک تان لیا۔ چند گھنٹے دنیا سے بیگانگی کے نام۔

www.novelsclubb.com

وہیں دوسری جانب ساحر اپنے سارے انتظامات مکمل کرتا ائیر پورٹ کی جانب چل دیا۔ آخر کو آج اس کا باپ واپس آرہا تھا۔ اس کے بابا اس کے آئیڈیل تھے۔ اور وہ بھی ان کی آنکھوں کا تارہ تھا۔

سامان کی کلئیرنس کروانے کے بعد حیدر علی خان جونہی باہر آئے سامنے ساحر کھڑا تھا۔ سیاہ ہڈی کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے وہ مسکراتی ہوئی منتظر نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ حیدر علی خان کے قدم خودبخود اس کی جانب بڑھے تھے۔

ساحر کا ماتھا چومتے وہ اسے خود میں بھینچ گئے۔ ساحر بھی مسکراتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ان کے گرد باندھ گیا۔ بچپن سے لے کر اب تک جب بھی اس کا باپ لوٹتا تھا وہ ایسے ہی گرمجوشی سے اس کا استقبال کرتا تھا۔ ان سے الگ ہوتا وہ گارڈ کو ہدایات دیتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"اور سناؤ برخوردار کیسے گزرا یہ ایک مہینہ میرے بغیر؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی نا بزنس کو لے کر"۔ حیدر علی کا لہجہ سادگی اور ٹھہراؤ لیے ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہمیشہ کی طرح آپ بزنس کا ہی پوچھیں گیں۔جب کہ آپ کو پوچھنا چاہیئے تھا کہ تم تینوں نکموں نے اپنی ماں کو زیادہ ستایا تو نہیں"۔ان کے سوال کے جواب میں ساحر نے شرارتی لہجے میں جواب دیا جس پر حیدر علی مسکرا دیئے۔

"میں جانتا ہوں کہ میرے تینوں بیٹے اب نکمے نہیں رہے۔وہ جوان ہو کر اپنے باپ کا بازو بن چکے ہیں"۔کیا مان تھا۔فخر تھا ان کے لہجے میں اپنی اولاد نرینہ کو لے کر۔بیٹے ویسے بھی ہر باپ کا فخر ہوتے ہیں۔

"ویسے مما آپ کو مس کر رہی تھیں بہت"۔ساحر ہنوز شریر لہجے میں بولا۔

"تو اچھی بیویاں اپنے شوہروں کو یاد ہی کرتی ہیں۔اب تمہارے بڑے بھائی کی بیوی کی طرح تو نہیں جو شوہر کو کسی کھاتے میں نا لائے"۔حیدر ولی خان تفاخر سے بولے۔مگر ہانیہ کے ذکر پر لہجے میں خار تھا۔

"اور آپ کا بڑا بیٹا ایسا ڈھیٹ شوہر ہے کہ اس کے ہر حساب کتاب میں وہ لڑکی شامل ہوتی ہے۔بھائی ہانیہ بھابھی کو کل ہی گھر لے کر آئے ہیں"۔یہ خبر حیدر علی خان

کے اعصابوں پر بم بن کر گری تھی۔وہ تحیر سے ساحر کو دیکھنے لگے۔جیسے اپنی سماعت پر یقین نا آیا ہو۔

"تم سچ کہہ رہے ہو"۔ایک مرتبہ تصدیق چاہی۔اتنے غیر یقینی حادثے تو ان کی جوانی میں نہیں سرزد ہوئے تھے جتنے ان کے بڑھاپے میں ہو رہے تھے۔وہ بھی ان کی پہلی اولاد کے سبب۔

"بابا میں ایسے معاملے میں جھوٹ بول کر فسادی پھپھو کا کردار کیوں ادا کرنے لگا"۔وہ برا مناتے ہوئے بولا۔مگر اس وقت اس کے برا مان جانے کی پرواہ کس کو تھی۔

www.novelsclubb.com

"یہ لڑکا مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔بہت پریشان کر رکھا ہے اس نے مجھے۔تمہاری ماں راضی ہو گئی کیا اس سب پر؟"۔اب کہ اپنی زوجہ کی فکر ستائی تو وہ پوچھ بیٹھے۔

"بیٹے اپنی ضدیں ماؤں سے منوا ہی لیتے ہیں"۔ساحر مان بھرے لہجے میں بولا۔جس پر حیدر علی بے اختیار مسکرا دیئے۔

"تم لوگوں کو تمہاری ماں کے لاڈ پیار نے بہت بگاڑ دیا ہے"۔اپنے باپ کی بات پر ساحر کندھے اچکا گیا جیسے کہنا چاہ رہا ہو اب تو جو ہونا تھا سو ہو گیا۔باتوں کے درمیان وہ گاڑی میں آ کر بیٹھ چکے تھے۔ساحر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور حیدر علی اس سے روزمرہ کے معاملات کی تفصیل لے رہے تھے۔چند لمحے قبل ہوئی قتل کی واردات کے آثار کی ایک چھوٹی سی جھلک بھی ساحر کے چہرے پر نا تھی۔

عائشہ اسکول بیگ کندھوں پر ڈالے جب باہر آئی تو گیٹ پر رحمان کے ساتھ ہانیہ کو دیکھ کر دوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔

"مما آپ کب آئیں واپس"۔ہانیہ کا گال چومتے اس سے الگ ہوتے ہوئے وہ پوچھ بیٹھی جبکہ اس کے یوں بے صبرے پن پر ہانیہ ہنس دی۔

"میں ابھی آپ کے بابا کے ساتھ آئی ہوں اپنی بیٹی کو لینے کے لئے"۔عائشہ کا ہاتھ تھامے وہ چلتی ہوئی گاڑی تک آئی۔رحمان بھی مسکراتے ہوئے ان دونوں ماں بیٹی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ہانیہ کی موجودگی میں عائشہ گلاب کی مانند کھل اٹھی تھی۔اپنی گزشتہ کارکردگی پر اسے افسوس ہوا۔اتنا عرصہ اس نے عائشہ کو اس کی ماں سے محروم رکھا۔کیا تھا اگر وہ سمجھوتہ کر لیتا۔

"کیا ہوا بابا؟ چلئے نا"۔عائشہ اس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ہانیہ بھی مسکراتی نگاہوں سے رحمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں چلو چلتے ہیں"۔رحمان نے اتنا کہتے ہی ہانیہ کی جانب کا دروازہ کھولا اور اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ہانیہ جب بیٹھ چکی تو عائشہ پیچھے والے حصے کی جانب بڑھی مگر ہانیہ نے اس کو آواز دے کر روکا۔

"آپ یہاں مما کی گود میں آکر بیٹھ جائیں پرنسس"۔محبت سے لبریز لہجے میں اس نے اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"نہیں مما! میرا ویٹ پورے فارٹی کلو گرام ہے۔آپ تھک جائیں گی"۔ مسکراتے ہوئے عائشہ منع کرتی دروازہ کھولتی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔رحمان بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ان کی گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

"مما کیا اب آپ اور بابا روز مجھے لینے کے لئے آیا کریں گے"۔اشتیاق بھرے لہجے میں عائشہ پوچھ بیٹھی۔

"بیٹا آپ کے بابا جب بھی فری ہوں گے ہم دونوں آپ کو لینے کے لئے آجائیں گے"۔ہانیہ نے مسکرا کر جواب دیا جس پر عائشہ خوش ہو گئی۔

"مما ویسے آپ کو پتا ہے بابا نے آپ کو بہت مس کیا ہے! آئندہ سے اتنے لمبے ٹرپ پر مت جایئے گا"۔عائشہ اپنی رو میں معصومانہ لہجے میں بات کر رہی تھی۔اس کے برعکس ہانیہ تحیر میں گھری ہوئی تھی۔اس شخص کے اور کتنے روپ تھے جو سامنے آنے تھے۔کہاں کہاں وہ شخص اس کی حفاظت کر رہا تھا۔کس کس طرح

سے وہ محبت نبھا رہا تھا۔ وہ ایک باوفا مرد تھا، اور اس نے اپنی ناقدری کا شکوہ تک نا کیا تھا۔

"رحمان یہ سب عائشہ سے تم نے کہا ہے"۔ ہانیہ مدھم آواز میں مستفسر ہوئی جبکہ عائشہ ہاتھ میں آئی پیڈ پکڑے اب ائیر پوڈز کانوں میں لگا چکی تھی۔

"میرے علاوہ کون ہو سکتا ہے"۔ سوال کے بدلے سوال کیا۔

"مگر تم نے یہ سب کیسے کیا"۔ وہ اب بھی حیران تھی۔

"محبت کے امتحانات میں سے ایک امتحان محبوب کی ساکھ برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ بس میں نے اس امتحان کو پورا کیا ہے"۔ وہ سادہ اور مخلص لہجے میں بولا۔

"میں تو روز بروز تمہارے احسانوں تلے دبتی جا رہی ہوں"۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملائے ہانیہ مدھم آواز میں بولی۔ جس پر رحمان نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں الجھائیں۔

"جن سے محبت کی جاتی ہے ان پر احسان نہیں کیے جاتے۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ اپنا فرض نبھایا ہے۔ ایک محبوب اپنی اس محبوبہ کے لئے دنیا کے طعنے، سختیاں اور پتھر برداشت کرلیتا ہے جو اس کی محرم نہیں ہوتی۔ مگر اس بیوی کے لئے نہیں برداشت کرتا جو اپنا آپ اس کے حوالے کر دیتی ہے۔ لیکن میں باقی ایشیائی مردوں کی طرح نہیں ہوں یو نو! میں نے جس سے محبت کی اس کو بیوی بنایا اور اس کا بھرم ہر جگہ قائم رکھا"۔ رحمان کے ایشیائی مرد کہنے پر ہانیہ بے اختیار ہنس دی اور پھر ہنستی چلی گئی۔ رحمان گاڑی ڈرائیو کرتے اس کی ہنسی کی جھنکار سنتا گیا۔ اس کی مدھم ہنسی دنیا کی ہر موسیقی سے زیادہ سوز والی تھی۔ اس ہنسی کے آگے دنیا کی ساری آوازیں بے وجہ تھیں۔

"ہنستی رہا کرو یونہی! اچھی لگتی ہو"۔ رحمان بے اختیاری میں یہ جملہ بول گیا۔ ہانیہ نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔ اس کا نیم رخ اس پر واضح تھا۔ ہانیہ عبید

www.novelsclubb.com

کے لئے یہ قرار کرنا مشکل نا تھا کہ یہ چہرہ ہر زاویے سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔اس چہرے کو وہ صدیوں کی مسافت بھی پار کر لے تو بنا تھکے دیکھ سکتی ہے۔

رحمان کا ہاتھ یوں ہی ہانیہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔

"تم بھی مسکرالیا کرو۔ ٹیکس نہیں لگتا"۔ہانیہ آنکھوں میں شرارت لئے بولی، جس پر رحمان مدھم سا مسکرا دیا۔

"اب سے مسکرایا کروں گا"۔بنا کسی تردید و نفی کے حکم کو قبول کر لیا۔

"ویسے تمہارے لیے ایک گڈ نیوز ہے"۔رحمان موڑ کاٹتے ہوئے بولا جس پر ہانیہ نے استفہامیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"اگلے ہفتے ساحر اور نازنین کی شادی ہے"۔رحمان نے مسکراتے ہوئے بتایا جبکہ ہانیہ حیران نظروں سے اس کو دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"کیا سچ میں؟ نازنین مان گئی"۔ وہ روانی میں یہ سوال تو کر گئی مگر پھر زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

"میرے بھائی کو کوئی انکار کیسے کر سکتا ہے"۔ رحمان مان بھرے لہجے میں بولا جس پر ہانیہ نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مگر اس کے چہرے کے تاثرات بدل چکے تھے۔ وہاں پر فکر کی لکیریں چھپنا شروع ہو چکی تھیں۔ وہ اس وقت سب بھول گئی تھی۔ یاد تھی تو بس نازنین! آج سے چار سال قبل والی نازنین۔

ملک شہباز علی بستر پر نیم دراز تھے۔ ڈاکٹر ان کی ڈریسنگ کرنے کے بعد دوائیاں اور ہدایات دیتا رخصت ہو چکا تھا۔ شہریار کی آنکھوں میں اپنے لیے سوالات دیکھ کر وہ گھبرا اٹھے تھے۔ انہوں نے تو سوچا بھی نا تھا کہ ان کی ملاقات یوں ہو گی اپنے بیٹے سے۔ تیس سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے جب سے وہ روپوش تھے۔ وہ انہی سوچوں میں گھرے ہوئے تھے کہ شہریار کمرے میں آیا اور ان کے سرہانے کرسی رکھ کر

بیٹھ گیا۔کچھ اس طرح سے کے وہ دونوں ایک دوسرے کو براہ راست مخاطب کر کے گفتگو کر لیتے۔

"تو پھر کہاں سے شروع کریں ملک شہباز علی صاحب ؟کیا آپ بھی اپنے بھائی کی طرح یہ کہیں گے کہ میں آپ کا ایک مہرہ تھا"۔چبھتے ہوئے لہجے میں سوال داغا جس کی تاثیر چابک مارنے سے کم نا تھی۔

"میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں شہریار"۔وہ سنجیدہ لہجے میں بنا اس کی جانب دیکھے بولے۔ان کے اس جس جملے نے شہریار کے چہرے پر استہزاء کے تاثرات ابھارے۔

www.novelsclubb.com

"اوہ رئیلی ؟کیا آپ واقع ایسا سوچتے ہیں,تو میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیجیئے۔یوں نظریں چرا کر بزدلوں والے کام نا کیجئے"۔وہ بھی سامنے ان کا ہی خون تھا۔ان سے چار قدم آگے،بے باک ونڈر!

"میں جو بھی کہوں گا تمہیں جھوٹ ہی لگے گا۔ سو صفائیاں دینے کا فایدہ نہیں"۔ شہباز علی ہنوز اسی لہجے میں بولے۔ جس پر شہریار کے چہرے پر اذیت ابھری۔

"بابا"۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ جبکہ اتنے عرصے بعد اس کے منہ سے یہ لفظ سن کر وہ آبدیدہ ہو گئے۔

"آپ جانتے ہیں صرف آپ کو اپنے سامنے دیکھنے کے لئے کتنا تڑپا ہوں میں۔ آپ کو بابا پکارنے کی کتنی حسرت تھی میرے دل میں۔ آپ مجھ سے جتنے مرضی جھوٹ کہتے میں آپ کے ہر جھوٹ کو سچ مان لیتا۔ آپ مجھے جواب دہ نہیں ہیں مگر میری اذیت کی وجہ تو ہیں نا!"۔ شہریار رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے جب سے ہوش سنبھالا آپ کو صرف تصویروں میں دیکھا۔ آپ کو حقیقت میں اپنے سامنے کھڑا دیکھنے کے لئے کتنا تڑپا ہوں میں۔ اور آپ اب بھی کہتے ہیں کہ آپ مجھے جواب دہ نہیں ہیں"۔ وہ شکوہ کر رہا تھا۔ ایک بیٹا اپنے بچھڑے

باپ سے شکوہ کر رہا تھا۔جذبات کی شورش نے دل کی دنیا تہس نہس کی ہوئی تھی۔وہ ان کے گلے لگنا چاہتا تھا مگر اتنے سالوں کی فصیل اسے روکے ہوئے تھی۔یہی حال کچھ شہباز علی کا بھی تھا۔وہ اس کو گلے لگانا چاہتے تھے۔اپنے اس عمل کی معافی مانگ کر تلافی کرنا چاہتے تھے۔مگر جھجھک کے باعث وہ یہ سب نا کر پا رہے تھے۔

"ان گزرے سالوں میں میرا بھی بہت ضیاع ہوا ہے"۔دل میں اٹھتی پدری شفقت کو تھپکی دیتے وہ سنجیدگی سے بولے۔

"آپ نے اپنا نقصان اپنی منشاء سے کیا، مگر میں تو بے قصور تھا نا"۔شہریار اب براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا جس پر شہباز علی نے گہرے سانس کھینچی۔

www.novelsclubb.com

"تم اتنے بھی بے قصور نہیں ہو جتنا خود کو سمجھ رہے ہو۔ کیا تم نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا؟ ہانیہ عبید کو اپنے چچا کے کہنے پر ٹریپ نہیں کیا کیا تم نے؟ جواب دو؟"۔ شہباز علی تو جرح پر اتر آئے تھے۔اور یہاں شہریار کو چپی لگ گئی تھی۔

"میں مانتا ہوں کہ میں نے ہانیہ کو ٹریپ کیا۔ مگر انکل کی وجہ سے نہیں۔ میں اس لڑکی سے محبت کرتا ہوں۔ جبھی اتنی تگ و دو کی۔ ورنہ میں اس پر دوسری نظر تک ڈالنا پسند نا کرتا۔اس کو انکل کے شر سے بچانے کی خاطر یہ سب کیا تھا۔میرا طریقہ غلط تھا مگر نیت درست تھی"۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا سامنے موجود شخص جو اس کا باپ تھا اس سے صفائیاں مانگنے کی بجائے وہ اس کو صفائیاں کیوں دے رہا ہے۔

"تمہاری نیت درست نہیں تھی۔ایک شادی شدہ عورت سے محبت کہاں کی عقل مندی ہے بھلا؟"۔ایک تو چوٹ کے باعث سر کا درد اوپر سے ان کے بیٹے کی باتیں۔

"میری اطلاعات کے مطابق وہ مطلقہ تھی۔اگر نا بھی ہوتی تو میں اس کے شوہر کو اس سے الگ کر دیتا"۔ شہر یار پر سکون لہجے میں بولا جس پر شہباز علی نے حیرانی سے اس کی جانب ان نظروں سے دیکھا 'مطلب کچھ بھی'۔

"ہانیہ عبید کے لیے سو مرتبہ مجھے اپنے اصول توڑنے پڑے توڑوں گا۔اس کو پانے کے لیے میں صحیح اور غلط کی تمیز کے بغیر کوشش کروں گا"۔ شہر یار پر سکون لہجے میں بولتا جا رہا تھا جبکہ سامنے موجود شہباز علی سر تھام کر بیٹھ گئے تھے۔ حنان نے ان کے بیٹے کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔وہ کیسے اپنے بیٹے کو سمجھاتے۔وہ کڑوا سچ کیسے بتاتے جو اتنے عرصے سے اپنے سینے میں دفن کیے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"افسوس! حنان نے تمہیں اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے"۔تاسف بھرے لہجے میں بولتے وہ اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر گیا۔ان کا یوں چہرہ پھیرنا شہر یار کو چبھا۔اتنے سالوں سے اس کو دھوکے میں رکھ کر وہ روپوش رہے،بجائے کوئی تلافی کرتے الٹا اسی کو کوس رہے تھے۔

"ابھی کے لئے میں جا رہا ہوں! مگر واپسی پر پورا سچ بتائیں گے آپ مجھے۔ بنا ایک لفظ جھوٹ کے"۔ تنبیہی انداز میں کہتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے اپنے باپ کو شش و پنج میں مبتلا چھوڑ کر۔

انسان زندگی میں جھوٹ کی رسی پکڑ کر بنا پیچھے مڑے آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس بات سے بے خبر کے وہ رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی تو کیا کرے گا وہ؟

اسامہ علی خان اس وقت زبیر شیرازی کے فارم ہاؤس پر موجود تھا۔ لان میں موجود کرسیوں میں سے ایک پر وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں ادھ جلا سگریٹ بھی موجود تھا۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے جن کو درست کرنے کی زحمت نا کی تھی۔ سیاہ پینٹ شرٹ کے اوپر وہ سرمئی رنگ کا سویٹر پہنے ہوئے اس ڈھلتی شام میں ڈوبا ہوا متاسف کردار دکھائی دے رہا تھا۔ سورج کی نارنجی شعائیں

اس کے چہرے پر براہ راست پڑ رہی تھیں۔کوئی بھی عورت اس کو اس وقت دیکھ لیتی تو اس کی اسیر ہو جاتی۔مگر ناز نین جمال سے اس سب کی توقع عبث تھی۔

اتنے میں اس اداس شام کے منظر میں زبیر شیر ازی بھی شامل ہوتا ہے۔اس کی معیت میں ایک ستائیس سالہ لڑکی بھی اٹھلا کر چلتی ہوئی آرہی تھی۔جو مسکرا کر اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔

"کیا حال ہیں مسٹر خان آپ کے"۔اسامہ کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے خیریت دریافت کی۔جبکہ وہ لڑکی زبیر شیر ازی کی کرسی کے پیچھے کھڑی ہو گئی ۔دونوں ہتھیلیاں کرسی کی پشت پر ٹکائیں اور نظریں اسامہ پر۔

اس کے برعکس اسامہ نے ایک غلط نگاہ تک اس پہ ڈالنا پسند نا کی تھی۔

"لڑکی کا معاملہ لگ رہا ہے"۔اسامہ جو ہاتھ میں سگریٹ پکڑے سنجیدگی سے بیٹھا تھا مسکرا دیا۔

www.novelsclubb.com

"بے فکر رہیں آپ کے پیچھے کھڑی لڑکی کا معاملہ نہیں ہے"۔اسامہ کی اس بات پر وہ لڑکی دلکشی سے مسکرا دی۔حالانکہ اس طنز پر اسے طیش میں آنا چاہیئے تھا مگر وہ مسکرا رہی تھی۔

"اوہ ہاں یہ! آج ہی آئی ہے یہاں۔میری نئ اسسٹنٹ الحینہ ہے"۔زبیر نے مسکراتے ہوئے اس کا تعارف کروایا۔

"میک اپ اسسٹنٹ ہے؟"۔اس کے میک اپ سے لدے چہرے کو دیکھتے ہوئے طنز کیا۔اب کی بار الحینہ کی مسکراہٹ تھمی تھی۔اس کے میک اپ کو لے کر بہت سے لوگ طنز کرتے تھے۔سامنے بیٹھا شخص بھی اسی فہرست میں شامل ہو چکا تھا۔دل آنے سے پہلے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ہک ہاہ!

"توبہ ہے۔میں کیوں کروانے لگا میک اپ"۔زبیر ہاتھ کانوں تک لے جاتے ہوئے بولا۔

"خیر چھوڑیں یہ سب باتیں۔کام کی بات کریں"۔اسامہ سگریٹ کا بچا ہوا ٹکڑا ایش ٹرے میں اچھال کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"کام یہ ہے"۔الحینہ کے ہاتھ سے آئی پیڈ لیتے ہوئے اسکرین اسامہ کی نظروں کے سامنے کی۔اسکرین پر موجود تصویر دیکھ کر اسامہ ٹھٹکا۔ایک نظر زبیر کو دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو یہ سب کیا ہے۔

"مجھے یہ لڑکی چاہیئے، صرف ایک رات کے لئے"۔زبیر اپنی رو میں بول رہا تھا مگر دوسری جانب اسامہ مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

"یہ لڑکی کہاں ملی تھی آپ کو"۔اسامہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتا بولا۔ورنہ دل تو چاہا رہا تھا اسی آئی پیڈ سے سامنے والے کا منہ سوجھا دے۔

"ارے تم نہیں جانتے۔نامی گرامی ہالی ووڈ ایکٹریس ہے یہ،ہانیہ عبید!"۔زبیر شیرازی حیران لہجے میں بولا پھر تھوڑا آگے کو جھکا۔اور اسامہ کی نظروں میں نظریں گاڑیں۔

"ہانیہ عبید"۔ نام دوبارہ دہرایا۔ "تمہارے بھائی کی بیوی"۔ سرگوشی نما آواز میں بولا جس پر اسامہ لب بھینچ گیا۔ اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ یعنی زبیر یہ سب جانتے بوجھتے کر رہا تھا۔ اور کتنی ڈھٹائی تھی اس کے انداز میں۔

"داد دینی پڑے گی تمہاری اس جرآت کی! جرآت کہوں یا کم عقلی؟"۔ اسامہ بھی اسی کے انداز میں آگے کو جھکتا مدھم مگر سرد آواز میں بولا۔ جبکہ اس بات پر زبیر قہقہہ لگا گیا۔

"جو مرضی سمجھ لو! مگر یہ لڑکی چاہیئے۔ اس سے بہت سا حساب کتاب نکلتا ہے میرا"۔ زبیر اسکرین بجھاتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا بولا۔ دوسری جانب اسامہ نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میں تمہاری یہ ضد پوری کروں گا"۔ ابرو اچکاتے طنزیہ انداز میں استفسار کیا۔

"چار سال پہلے کا واقعہ یاد ہے نا۔ کہا تھا میں نے سود سمیت واپسی ہو گی۔ وہی سمجھ لو بس"۔ زبیر پر سکون سا بولا۔ الحینہ اس ساری گفتگو کے درمیان خاموش کھڑی تھی۔ کینہ توز نگاہیں اسامہ کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں۔

"بھول ہے تمہاری۔ ابھی اتنا بے غیرت بھی نہیں ہوا کہ اپنے گھر کی عورتوں کا سودا کرتا پھروں"۔ اسامہ صاف ہری جھنڈی دکھاتا بولا۔ اشتعال کے مارے دل تو اس شخص کی موٹی چمڑی ادھیڑنے کا کر رہا تھا مگر یہاں پر کوئی بھی کی ہوئی حرکت اس کو مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔ سو ضبط کرنا ہی بہتر تھا۔

"چلو تمہاری مرضی! اس میں تمہارا فائدہ تھا۔ خیر اب سے تمہارا راز سنبھالنا میری ذمہ داری نہیں"۔ زبیر بھی اتنا کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے راز کی بجائے اپنی سانسیں سنبھال لو۔ کافی ہو گا"۔ اسامہ اتنا کہتا کرسی سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

اس کی دی ہوئی دھمکی زبیر شیرازی کا حلق سوکھانے کو کافی تھی۔وہ بھول گیا تھا کہ وہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال رہا ہے۔مگر بدلے کی آگ اتنی جلدی تو نہیں بجھنی تھی نا۔

سبز گھاس کے قدرے پر سکون قطعے پر وہ چہل قدمی کر رہا تھا۔سرد موسم کے باعث سورج ابھی تک بادلوں میں پناہ لئے ہوئے تھا۔مگر سیاہ ٹریک سوٹ میں ملبوس مرد کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔اس سے نظر ہٹاؤ تو سرمئی ٹریک سوٹ میں ملبوس دوسرا مرد جاگنگ کرتا ہوا اس کے قریب آ کر رکا۔

"آج اتنے دنوں بعد آئے ہو یہاں پر! خیریت تھی ناں سب"۔اب کہ وہ خیریت دریافت کر رہا تھا۔

"تین دن بعد آیا ہوں میں"۔جتاتے ہوئے تصحیح کی۔

"ساحر علی خان تین گھنٹے کی غفلت نابرتنے والا انسان ہے۔ یہاں تو پھر تین دن کی بات ہے"۔ سرمئی لباس والا شخص اسی کے سے انداز میں بولا۔ مگر ساحر جوتے کی نوک مٹی پر رگڑ رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات میں بے چینی واضح تھی۔

"کون سا مسئلہ ہے جو تمہیں پریشان کر رہا ہے"۔ سرمئی لباس والا اس کے ہر انداز سے واقف تھا۔ تبھی بنا کسی تمہید کے سیدھا سوال داغا۔

"اگلے مہینے میری شادی ہے"۔ ساحر چہرہ جھکائے بولا۔

"تو اس میں پریشانی والی کونسی بات ہے؟ لڑکے خوشیاں مناؤ۔ آزادی کے دن ختم ہونے والے ہیں تمہارے۔ سوگ بعد میں منالینا"۔ سرمئی لباس والا شخص مزاح کے انداز میں بولا۔

"میں سنجیدہ ہوں"۔ ایک نظر سامنے والے کے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر سے چہرہ جھکالیا۔

"میں نے کونسی غیر سنجیدہ بات کہہ دی اب جناب"۔ سرمئی لباس والا شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آج سے ٹھیک ایک ماہ بعد میری شادی ہے۔اور اسامہ کے انکشاف نے میرا سر گھمادیا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹ جائے گا"۔ ساحر کوفت زدہ لہجے میں بولا۔ سرمئی لباس والے شخص کی مسکراہٹ سمٹی۔اب وہاں سنجیدگی نے گھر کر لیا تھا۔

"کیا کہا ہے اسامہ نے"۔ سرمئی لباس والا شخص بھی اسامہ کے نام پہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اسے نازنین پسند ہے۔بکواس کی بھی حد ہوتی ہے جو اس خبیث پر شروع ہوتی ہے"۔ ساحر دانت پر دانت جمائے بولا۔

"وہ کہتا ہے کہ میں ان دونوں کے درمیان ہوں۔ مگر مجھے نہیں سمجھ آتی کہ وہ یہ سب کیسے کہہ سکتا ہے۔میں نے اس کی ہر ضد مانی۔ بابا نے جس چیز سے منع کیا میں

نے اس کو وہ بھی دلائی۔ صرف اس دن کے لیے ! کہ وہ میری ہی بیوی پر بری نظر رکھ لے "۔ آخری جملے پر ساحر کا لہجہ زخمی ہو گیا تھا۔ جیسے بھائی سے اس سب کی امید نا ہو۔

" مجھے حیرت نہیں ہوئی اس کے اس مطالبے پر ! اسامہ سے کبھی بھی، کہیں بھی، کسی بھی شے کی توقع کی جا سکتی ہے "۔ سرمئی لباس والا شخص ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولا۔

" میں اس کی جان لے لوں گا اگر اس نے یہ سب بند نہ کیا تو "۔ ساحر سرد لہجے میں پھنکارا۔

" وہ تمہارا بھائی ہے۔ کیا اتنا آسان ہے اس کی جان لینا۔ وہ بھی کل کی آئی ایک لڑکی کے پیچھے "۔ سرمئی لباس والے شخص کی بات میں دم تو تھا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ویسے بھی لارا سے تمہارے تعلقات کس حد تک ہیں وہ تم جانتے ہو۔انفیکٹ میری اطلاعات کے مطابق وہ ایکسپیکٹ کر رہی تھی۔اسامہ اسی چیز کو تمہارے خلاف استعمال کرے گا"۔ سرمئی لباس والا شخص پر سوچ دکھائی دیتا تھا۔

"حنا آفندی اب تک اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکی ہو گی۔میں نے اسے مار دیا ہے"۔ساحر نے پر سکون لہجے میں انکشاف کیا۔

"اور اس کے قتل کا الزام اسامہ کے سر ڈالو گے۔ہے نا؟"۔ سرمئی لباس والا اپنے اندازے کی تصحیح چاہتا تھا۔

" بالکل! ابھی تو ایک قتل کے کیس میں اندجائے گا وہ۔یہ تو بس شروعات ہے"۔ساحر دونوں بازو پیچھے لے جاتا گردن پر باندھے بولا۔

"تو پھر یہ بتاؤ نازنین کو اگر کبھی کہیں پتا چل گیا یہ سب! تب تم کیا کرو گے؟ وہ تم سے نفرت کرے گی۔پھر تم کہاں جاؤ گے؟ برداشت کر لو گے یہ سب"۔ حقیقت

کا چابک تھا جو الفاظ کی صورت میں پشت پر داغا تھا ان الفاظ نے۔ الفاظ تھے کہ گرم پگھلا ہوا سیسہ جو سماعتوں میں انڈیلے گئے تھے۔

"چاہے نفرت کرے یا محبت۔ بیوی میری ہی رہے گی۔ اور یہ معاشرہ مردوں کا ہے۔ ان کو کوئی جج نہیں کرتا۔ سب بیویاں شوہروں کی بہت سی خطائیں معاف کرتی ہیں۔ نازنین بھی مجھے معاف کر دے گی۔ اگر نا بھی کیا تو مجھے خاص فرق نہیں پڑے گا۔ میں اس کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کر لوں گا"۔ سرمئی لباس والا شخص حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ مطلب کچھ بھی۔

"تم اس کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہو کیا؟"۔ سرمئی لباس والا شخص ابرو اچکاتا بولا۔

"اپنی پابند بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اچھی بیویاں شوہروں کی پابند ہی جچتی ہیں"۔ گردن پر بندھے بازو اب کہ ڈھیلے چھوڑ دیئے تھے۔

"خیر یہ تمہارا پرسنل میٹر ہے۔ جو مرضی کرو۔ مجھے ویسے بھی اس کام کو مکمل کرنے کے بعد ایجنسی سے ریزائن دینا ہے۔ اب یہ بتاؤ کے سرغنہ کا نام پتا چلا یا نہیں اس سب کے"۔ سرمئی لباس والا شخص مدعے کی بات پر آیا۔ سرغنہ کا نام ساحر علی خان کی زبان سے سرگوشی کی صورت میں ادا ہوا تھا۔ جس نے سرمئی لباس والے شخص کے چہرے پر سنجیدگی بکھیر دی تھی۔ وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے الٹے قدم لیتا لوٹ گیا۔ پیچھے ساحر اکیلا تن تنہا کھڑا تھا۔ چند لمحے قبل والی سرد مہری غائب تھی۔ اس کی جگہ اداسی نے لے لی تھی۔

زندگی کے غم بہت طویل تھے اور مدت کم! ایک جہنم سے نکلتا تو دوسری اس کی منتظر تھی۔ اور اس جہنم جیسی زندگی میں راحت کا سامان وہ عورت تھی جو اس کے نام پر بیٹھی ہوئی تھی۔

نازنین کے کمرے میں نظر دوڑاؤ تو وہ بستر پر نیم دراز تھی۔ آنکھوں کے پپوٹے سوجھے ہوئے تھے۔ چہرے میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ شاہین دستک دیتی اندر آتی ہیں تو وہ درد کرتی آنکھوں کو بمشکل کھول کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"تم ٹھیک ہو، ناشتے پر بھی نہیں آئیں، منع کر دیا"۔ اس کے برابر میں بیٹھتی اس کا ماتھا چھو کر دیکھا۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں پہلے؟ شام میں مہمان بھی آنے ہیں۔ ایک تو تم دن بادن لاپرواہ ہوتی جا رہی ہو"۔ شاہین کوفت سے کہتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے الفاظ پر نازنین نے حیران نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔ مطلب حد تھی۔ یہاں وہ بخار میں تپ رہی تھی اور اس کی ماں کو فکر تھی بس شام میں آنے والے مہمانوں کی۔

"تو جائیے جا کر تیاریاں کریں۔میرے کمرے میں تو مہمانوں کو چائے نہیں پلانی آپ نے"۔انگوٹھوں کی مدد سے آنکھوں پر ہلکا ساد باؤڈالتے وہ بے زاری سے بولی۔ایسے ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔

"تمہارے سسرال والے آرہے ہیں۔اس بات کا احساس ہے تمہیں"۔اس کے اس جملے پر شاہین سیخ پا ہوتی بولیں۔

"اس چیز کا احساس کرنے کے لیے آپ موجود ہیں نا!میری کیا ضرورت ہے"۔ہنوز بے نیاز و بے زار لہجہ۔

"تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔دن بادن بگڑتی جارہی ہو"۔شاہین نے غصے سے کہتے پیر پٹخے اور باہر کی جانب چل دیں جب پیچھے سے نازنین کی آواز سنائی دی۔

"تعریف کے لئے شکریہ مما"۔سر کو نفی میں ہلاتی ہوئیں باہر چلی گئیں۔

نازنین انہی سوچوں میں گھری تھی کہ یہ مائیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ بیمار اولاد کی فکر کی بجائے مہمانوں کی فکر زیادہ اہم ہوتی ہے ان کے لئے۔

نازنین سے نظریں ہٹا کر اگر لارا کے فلیٹ پر دوڑاؤ تو اس کا دروازہ کھولے اسامہ حق دق کھڑا نظر آئے گا۔

اس کی نظروں کے سامنے لارا کا مردہ وجود خون میں لت پت تھا۔ اسامہ کا چہرہ یوں تھا جیسے کسی نے اس پر چونا پھیر دیا ہو۔ وجہ خوف نہیں ناکامی تھی۔ اس کا بنا بنایا کھیل بگڑ چکا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ خون بہہ بہہ کر جم چکا تھا۔ لارا کا سفید چہرہ نیلاہٹ کا شکار تھا۔ کنپٹی میں لگی گولی نے اس کے سارے شبہات کو دور کر دیا تھا۔ ابھی وہ اٹھ کھڑا ہوتا اور کچھ اور سوچتا اس سے قبل پولیس کے سائرن نے اس کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ بھاگنا بھی چاہتا تو چاہ کر بھی یہاں سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔ مگر پھر کسی سوچ کے

تحت اٹھا اور عقبی راستے سے بھاگ نکلنے کی سعی کی جب وہاں سے بھی پولیس کے دو اہلکار نمودار ہوئے۔

" اتنی بھی کیا جلدی ہے صاحب۔ تھوڑی دیر ہم سے بھی باتیں کر لیں "۔ان میں سے ایک اہلکار سامنے آتا اس کی کلائی میں ہتھکڑی پہنانے لگا۔اسامہ دل دماغ کے ساتھ یہ سب دیکھ رہا تھا۔وہ یہاں سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔مگر ٹانگیں انکاری تھیں۔

سب چیزیں سلو موشن میں ہو رہی تھیں۔دو اہلکار اس کو دائیں بائیں بازوؤں سے تھامے باہر لے جا رہے تھے۔پولیس وین کے سائرن کی آواز اعصاب پر ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔اس نے کبھی سوچا بھی نا تھا کہ آج کے دن وہ قتل کے الزام میں جیل جائے گا۔وہ کب تھانے پہنچا کب اس کو لاک اپ میں بند کیا گیا اس کو کچھ خبر نا تھی۔بس یاد تھا تو اپنا مقصد جو ادھورا رہتا نظر آ رہا تھا۔نازنین خود سے دور جاتی نظر آ رہی تھی۔وہ قریب ہی کب تھی ویسے بھی۔

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا جب اہلکار کی آواز سنائی دی۔ مستقبل کا خوف اس جگہ کے اندھیرے پر بھی بھاری تھا۔

ہانیہ شادی کی خریداری کے لیے اس وقت رحمان کے ساتھ مال میں موجود تھی۔ وہ مختلف لباس دیکھ رہی تھی جب رحمان اس کے قریب آیا اور سفید رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک اس کے ساتھ لگا کر دیکھا۔

"پرفیکٹ"۔ ایک نظر ہانیہ کے چہرے کو دیکھا اور دوسری نظر لباس پر ڈالتے وہ بولا۔ ہانیہ تحیر سے اس کی ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔

"فکر مت کرو! تم اپنی مرضی سے جو چاہے خرید لو۔ مگر یہ ڈریس میری پسند کا میرہ طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لو"۔ اس کی آنکھوں کی حیرانگی کو تردید کا عنصر سمجھ کر رحمان بولا جس پر ہانیہ نفی میں سر ہلاتی مسکرا دی۔

"یہ ڈریس واقع میں بہت خوبصورت ہے۔مجھے بس حیرانی اس بات کی ہے تم شاپنگ میں میری مدد کر رہے ہو"۔ہانیہ وہ ڈریس بازو پر ڈالے اس کے ساتھ قدم ملاتی ہوئی بولی۔

"اچھے شوہر ہر کام میں اپنی بیوی کی مدد کرتے ہیں"۔رحمان ارد گرد موجود لباسوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولا۔اس کی اس بات پر ہانیہ سرشاری سے مسکرادی۔اس شخص کے ساتھ پر وہ جتنا فخر کرتی اتنا کم تھا۔

"اچھے شوہروں کی اور کیا کوالیٹیز ہوتی ہیں مائی ڈئیر ہسبینڈ"۔سرخ رنگ کی ساڑھی کو نظروں میں رکھے وہ رحمان سے سوال کر بیٹھی۔اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے رحمان نے وہ سرخ ساڑھی اٹھائی اور بولا۔

"بیوی کے دل میں جاگی خواہش کا پیغام اس کی آنکھوں سے پڑھ لینا"۔وہ ساڑھی ہانیہ کو پکڑاتے ہوئے بولا۔اس کے اتنے زیرک مشاہدے پر ہانیہ دنگ رہ گئی

www.novelsclubb.com

تھی۔وہ اس کی نگاہوں سے اس کی خواہش سمجھ گیا تھا۔زندگی سے جتنے شکوے شکایات تھے ہانیہ عبید کو اس لمحے رحمان علی خان کی رفاقت میں ختم ہو گئے تھے۔

"چاہے وہ بیویاں اچھی نا ہوں؟"۔ہانیہ اپنی رو میں بولی جس پر رحمان نے ٹھہر کر اس کی جانب دیکھا۔وہ ہاتھ میں پکڑی سلک کی ساڑھی کو تک رہی تھی۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔سیاہ خم دار پلکیں عارضوں پر سایہ فگن تھیں۔

"بیویاں سب اچھی ہوتی ہیں۔بری کوئی بھی نہیں ہوتی۔ہر بیوی کا کردار اس کے شوہر کے رویے کی عکاسی ہوتا ہے۔ان کی ضدیں،ناز،ادا،نخرے،ناراضگیاں! ان سب چیزوں سے ڈیل کرنا ہر شوہر کو آنا چاہیئے۔اور جو شوہر یہ سب نہیں کر سکتا وہ پھر اپنی بیوی کو برا بھلا کہہ دیتا ہے۔وہ اس عورت کی قربانیاں بھلا دیتا ہے جو اس کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر آتی ہے۔اپنی جان پر کھیل کر اس کی نسل کو چلاتی ہے۔اور پھر اچھی بیویاں بھی بری لگنے لگتی ہیں"۔رحمان ہانیہ کا جھکا چہرہ دیکھ کر روانی میں بولا۔جبکہ اس کے الفاظ سن کر ہانیہ پر سکتہ طاری تھا۔

"رحمان تم ضرورت سے زیادہ اچھے ہو"۔ہانیہ نم نگاہیں اٹھائے اس کی سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ جہاں اس کے لئے محبت کا سمندر موجود تھا۔

"اور یہ اچھا انسان اپنی آخری سانس تک تمہارے لئے ریزورڈ ہے"۔رحمان اس کا ہاتھ تھامتا کاؤنٹر تک آیا اور وہ دونوں ڈریس سیلز گرل کو تھمائے۔اس لمحے ہانیہ عبید نے شدت سے دعا کی تھی کہ اس کی باقی ماندہ سانسیں بھی رحمان علی خان کو مل جائیں۔اس جیسے مرد روز روز نہیں پیدا ہوتے۔رحمان دونوں بیگ ہاتھ میں پکڑے اب پیمنٹ کلئیر کرتا ہانیہ کا ہاتھ تھامے مال سے باہر آیا۔پہلے اس کی جانب کا دروازہ کھولا۔جب وہ بیٹھ گئی تو شاپنگ بیگ پچھلی سیٹ پر رکھتا ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔اگنیشن میں چابی گھمانے پر انجن جل اٹھا۔وہ گاڑی ریورس کرتا پارکنگ سے روڈ پر لے آیا۔اس دوران موبائل پر ہونے والی رنگ ٹون پر وہ متوجہ ہوا۔'جلاد کالنگ' لکھا آرہا تھا۔ہانیہ نے ابرو سکیڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"یہ کس کا نمبر ہے"۔ تجسس سے مجبور وہ پوچھ بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

"میری ایکس گرل فرینڈ کے شوہر کا! لگتا ہے پھر سے اس کی بیوی کسی اور کے ساتھ چلی گئی"۔ رحمان بنا کال اٹینڈ کئے پر سکون لہجے میں بولا۔ دوسری جانب ہانیہ کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھل گیا۔

"تم گرل فرینڈز بھی رکھتے ہو"۔ وہ حیرانی سے بولی۔

"فرینڈز"۔ زور دے کر بولا۔ "اب لڑکی ہو گی تو گرل فرینڈ، لڑکا ہو گا تو بوائے فرینڈ"۔ دنیا کی ساتویں اہم ترین معلومات تھی جو وہ ہانیہ کو بتا رہا تھا۔

"استغفار! تم لاعلاج ہو رحمان علی خان"۔ ہانیہ سر نفی میں ہلاتی بولی۔

"مریض عشق لاعلاج ہی اچھے لگتے ہیں۔ اور اچھے شوہر اپنے افیئرز اور دوستیاں بیویوں سے نہیں چھپاتے"۔ معلومات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے وہ بولا۔

"کال پک کر لو"۔ ہانیہ بار بار بجتی رنگ سن کر بولی۔

"کرلوں گا پک! بابا کی کال ہے۔آ گئے ہوں گے واپس کراچی سے آج گھر! تبھی کال کر رہے ہیں"۔رحمان لاپرواہ انداز میں بولا۔اس وقت اس شخص کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سات سالہ بچی کا باپ ہے۔

"رحمان کوئی ضروری بات ہو سکتی ہے۔کال پک کرلو"۔ہانیہ بار بار بجتا موبائل دیکھ کر بولی۔

""تم سے زیادہ ضروری کچھ نہیں"۔چہرہ کو ہلکا سا خم دیتا وہ ہانیہ کی جانب جھکا جس پر وہ غصے سے اسے گھورنے لگی۔

"یہ سستی ڈائیلاگ بازیاں انکل کے جوتوں سے نہیں بچائیں گی تمہیں"۔ہانیہ پیچھے کو ہوتی بولی۔بات میں دم تو تھا جس کے باعث رحمان کال پک کر گیا۔ورنہ جلاد سے کیا بعید اس کو گھر ہی نا گھسنے دیتا۔پھر کیا عزت رہ جاتی اپنی نئی نویلی راضی کی ہوئی بیوی کے سامنے۔

www.novelsclubb.com

"الو کے پٹھے کدھر غائب ہو۔ کب سے کالز پر کالز کیئے جارہا ہوں میں تمہیں۔ مگر تم ہو کہ اثر نہیں ہوتا"۔ حیدر علی کی کڑک آواز اسپیکر پر گونجی۔ رحمان نے باقاعدہ اپنے دائیں کان میں انگلی دے لی۔ دوسرے کان پر ہانیہ نے ہاتھ رکھ دیا۔ کیونکہ وہ ڈرائیونگ کررہا تھا۔ آہ کتنا احساس تھا نا اس کو اپنے شوہر کا۔

"بابا یار ریلیکس۔ فون مجھ سے دس کلومیٹر دور نہیں پڑا"۔ رحمان کھسیانی ہنسی ہنستا بولا اور ہانیہ کا ہاتھ کان سے ہٹاتے اسے گھورا۔ جس پر وہ محض شرارت سے مسکرا دی۔

"دس کلو دور کے بچے! گھر پہنچو دس منٹ میں۔ یہاں وبال برپا ہوا پڑا ہے اور اس کی سیریں نہیں ختم ہورہی ہیں"۔ اتنا کہتے ہی حیدر علی ٹھک سے فون بند کر گئے۔ جبکہ رحمان نے ہانیہ سے نظریں چرا لیں۔

"کوئی بات نہیں ہوتا رہتا ہے"۔ ہنسی دبائے وہ اس کا کندھا تھپکتے ہوئے بولی۔

"تسلی دینے کا طریقہ اچھا ہے غالب"۔ وہ دانت پیستے بڑبڑایا اور گاڑی کی رفتار بڑھا۔ دوسری جانب ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں ہانیہ پیٹ پر ہاتھ رکھے ضبط کے مارے سرخ ہو رہی تھی۔

شہباز علی بستر پر کروٹ لئے لیٹے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ شہریار ڈور ناب پر ہاتھ رکھتا دروازہ پورا کھول گیا۔ کمرے کی ساری بتیاں جل رہیں تھیں۔ وہ بنا قدموں کی چاپ پیدا کیے ان کے قریب آکر بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ پورے دو دن بعد ان کے پاس آیا تھا واپس پھر سے اپنے سوالوں کے جواب لینے کے لیے۔

"میں جانتا ہوں آپ جاگ رہے ہیں، اس لئے اٹھ کر بیٹھ جائیں"۔ شہریار ان کی پشت کو تکتا بولا۔ مگر ان کے وجود میں کوئی جنبش نا ہوئی۔ جو نہی ہاتھ بڑھا کر ان کا کندھا چھوا تو ایک دم پیچھے کو ہوا۔ وجہ ان کے وجود سے اٹھتی گرمی کی حدت تھی۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ان کا رخ اپنی جانب کیا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ

ان کی ناک اور منہ سے خون نکل رہا ہے۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

"بابا....اٹھیے بابا.... آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے.... بخش چاچا! گاڑی نکالئے"۔وہ ہذیانی انداز میں بول کم چلا زیادہ رہا تھا۔ساتھ ہی ساتھ اپنے ملازم کو آواز دے رہا تھا۔

"بابا پلیز! ایسا مت کریں...ابھی تو میں نے آپ کو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں"۔وہ اپنے ہاتھوں سے ان کا بہتا خون صاف کر رہا تھا۔ان کے چہرے پر جھکا وہ فریاد کر رہا تھا۔آنسو اس کی آنکھوں سے بھل بھل بہہ رہے تھے۔بخش(ملازم)اس کی آواز پر کمرے میں دوڑ کر آیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔پھر شہریار کے قریب آیا اور شہباز علی کو اٹھانے میں مدد دی۔اور کچھ ہی لمحوں میں شہریار بجلی کی سی تیزی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔بخش نے خود ڈرائیونگ کی پیش کش کی تھی مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے منع کر گیا۔اس کی آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھیں۔گھنٹے کا سفر وہ

پندرہ منٹ میں طے کرتا ہسپتال پہنچ چکا تھا۔شہںاز علی کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کو فوری طور پر ایمر جنسی وارڈ میں داخل کر دیا گیا تھا۔ ہسپتال کا مالک شہریار کا دوست تھا جبھی اس کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ مگر سب سے بڑی مشکل اس کے لئے اس کے باپ کی حالت تھی۔وہ کاریڈور میں جلے پیر کی بلی کی مانند چکر کاٹ رہا تھا۔ جسم کی ہر رگ بے چین تھی۔باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے تکلیف میں دیکھنے سے زیادہ اذیت والا لمحہ کوئی نہیں ہوتا۔اور یہی لمحہ تھا جب اسے احساس ہوا کہ اس کے لیے اس کے بابا سے بڑھ کر کچھ نہیں۔وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے باپ سے کرتا ہے۔

www.novelsclubb.com

"میں ہانیہ عبید کی فانی محبت سے دستبر داری دیتا ہوں"۔لمحے لگے تھے اور اس کے دل نے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔وہ غلط راہ پر تھا اس بات کا احساس پہلے ہی سے اس کے اندر موجود تھا۔ مگر سنبھلنے کا وقت اب تھا۔سو اس نے ہدایت چن لی تھی۔

"میں اپنے دل کو تیری رضا کے لئے خالص کرتا ہوں۔ میں گنہگار بندہ خود کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ بس مجھے میرا باپ لوٹا دے"۔ وہ چھت کی جانب خلاؤں میں گھورتا زیر لب مدھم آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔ ابھی وہ انہیں سوچوں میں گم تھا کہ اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتا ٹھٹکا۔ اس کا دوست سرجیکل ماسک پہنے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"انکل کو برین ٹیومر ہے۔ ہمیں فوری طور پر سرجری کرنی ہوگی"۔ یہ خبر اس کے اعصاب جھنجھنا دینے کو کافی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟.... پاگل تو نہیں ہو گئے..... میرے بابا بالکل ٹھیک ہیں انہیں کچھ نہیں ہوگا"۔ شہریار منہ پر ہاتھ پھیرتا بے ربط طریقے سے بولا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ اگر ہم نے آپریشن میں مزید ایک گھنٹے کی بھی دیر کی تو ان کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ یا وہ کومہ میں جا سکتے ہیں یا پھر ہمیشہ کے لیے پیرالائز ہو سکتے ہیں۔ تم بس اس اجازت نامے پر دستخط کر دو۔ اور یہاں سے سیدھا ڈاکٹر انجم

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے کیبن میں جاؤ۔وہ تمہیں ساری تفصیل سمجھادیں گیں"۔دیری کے نقصانات

گنواتااب وہ اس کا منتظر تھا۔شہریار نہیں جانتا تھا کہ کیسے اس کے ہاتھ ہلے اور اس

نے قلم پکڑااور موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے۔ڈاکٹر انجم ان کی فیملی ڈاکٹر

تھیں جبھی سعد نے ان کے پاس جانے کو کہا تھا۔وہ اسلام آباد کی

مشہور نیورولوجسٹ تھیں۔اپنے شعبے میں ان کا بیس سال کا تجربہ تھا۔وہ شکستہ قدم

چلتاان کے کیبن کے باہر آیاجب کیبن سے آتی آوازوں نے اس کے قدم زمین پر

جکڑ دیئے۔

"نازنین دیکھو تمہاری سرجری ضروری ہے۔دماغ پر چوٹ لگنے کے باعث

تمہارے ٹیومر کی وجہ سے ابھی صرف ایک کلاٹ جما ہے۔جس کو چھوٹی سی

سرجری سے ریموو کیا جا سکتا ہے۔و گرنہ آگے جا کر یہ ٹیومر بڑا ہو کر جان لیوا ثابت

ہو سکتا ہے"۔ڈاکٹر انجم مدھم انداز میں بول رہی تھیں۔نازنین سبز رنگ کے

اسکارف کو چہرے کے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔وہ اداسی سے مسکرادی۔

www.novelsclubb.com

"پہلی بات یہ مجھے سرجری نہیں کروانی۔میری جتنی سانسیں ہیں میں اتنی جی لوں گی۔دوسری بات اس مہینے کے آخری ہفتے تک میں میری شادی طے ہو جائے گی۔میرے پاس ابھی سرجری کا وقت نہیں ہے۔آپ مجھے کوئی دوا دے دوں جس سے یہ کلاٹ خود بخود ختم ہو جائے"۔نازنین کی بات پر ڈاکٹر انجم نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم اپنے حواسوں میں تو ہو نا؟ شادی... تم ابھی شادی کے لیے تیار ہی نہیں ہو۔فزیکلی تم پہلے ہی اتنی ویک ہو۔اوپر سے تمہارا اٹیومر....."۔ڈاکٹر انجم نے توقف کیا۔

www.novelsclubb.com

"کیا میرا اٹیومر ؟ابھی تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹا سا ہے"۔نازنین مستفسر ہوئی۔

"ہاں مگر پچھلے ہفتے کی رپورٹس کے مطابق وہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ایسے میں شادی جیسی بے وقوفی مت کرو تم"۔ڈاکٹر انجم کی بات پر نازنین نے ان کو اچھنبے سے دیکھا۔

"صاف صاف لفظوں میں بتائیں"۔نازنین کا انداز دوٹوک تھا۔

"دیکھو تمہارا ٹیومر سر کے پچھلے حصے میں ہے۔اور جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے کل کو تمہاری جان کو خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔اور شادی کے بعد اگر تم کنسیو کرو گی تو وہ اس بچے کے لئے بھی خطرہ ہے۔وہ بچہ کسی بھی قسم کی معذوری کا شکار ہو سکتا ہے"۔ڈاکٹر انجم اس کی جانب رپورٹس بڑھاتی ہوئیں بولیں۔

"میرا ٹیومر کس اسٹیج پر ہے"۔اس لمحے نازنین کو اپنی آواز غیر محسوس ہوئی تھی۔

"اسٹیج تھری!اور جس تیزی سے بڑھ رہا ہے یہ اسٹیج فار بھی اگلے چھ ماہ میں کراس کر جائے گا"۔نازنین رپورٹس ہاتھ میں پکڑے صفحے الٹ رہی تھی۔لمحے ریت کی مانند سرک رہے تھے۔جن کو مٹھی میں قید کرنا ناممکن تھا۔

"چھ ماہ کا وقت ہے نا میرے پاس!میں اگلے دو ماہ میں آپ کے پاس چکر لگاؤں گی"۔وہ فائلز اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک بات میری یاد رکھنا۔سب سے پہلے تمہاری اپنی صحت ہے۔اسٹیج فار سے پہلے آجانا"۔ڈاکٹر انجم تاکید کرنا نا بھولیں۔نازنین محض سر ہلاتی دروزے کی جانب بڑھ گئی۔ڈور ناب گھما کر دروازہ کھولا تو شہریار ہوش میں آتا دو قدم پیچھے ہوا۔غیر ارادی طور پر اس کی نگاہ نازنین کے چہرے کی جانب اٹھی۔اور نگاہ ملتے ہی وہ پہلی نظر میں اس کو پہچان گیا تھا۔دونوں کی نظروں میں آشنائی موجود تھی۔شہریار نے اس کا چہرہ دیکھا جو ہر قسم کی آلائش سے مبرہ تھا۔اس نے بے اختیار سوچا کہ وہ کیوں اپنے ساتھ اتنی زیادہ خود غرض اور ظالم بن رہی ہے۔حالانکہ وہ تو بہت زندہ دل لڑکی تھی۔نازنین نے سر تا پیر شہریار کو ایک نظر دیکھا اور بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئی۔اس کے جانے کی دیر تھی کہ سارا سحر ہوا میں تحلیل ہوا۔وہ اس کو روک کر اس سے سوال جواب کرنا چاہتا تھا مگر وہ پلک جھپکنے کی دیر میں غائب ہو چکی تھی۔شہریار سر کو نفی میں ہلاتا کیبن کے اندر چلا گیا۔اپنے بابا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے۔اور نازنین نے تھکی نگاہیں

www.novelsclubb.com

رپورٹس پر ڈال کر پھیر لیں۔ابھی ان کا مخفی رہنا ہی بہتر تھا۔ابھی شہریار کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں تھا۔چار سالوں کی لاتعلقی نے دلوں پر برف جمادی تھی۔

اہلکار کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔

"تمہاری ضمانت منظور ہو گئی ہے لڑکے ! چلو آجاؤ"۔اس کو اطلاع دیتا وہ اہلکار وہاں سے چلا گیا۔اسامہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ بے قصور تھا تو پھر ضمانت پر رہا کیوں ہو رہا تھا۔

ایک اور اہلکار آیا جو اسے ایس ایچ او کے آفس میں لے گیا جہاں اس کا باپ اور بھائی دونوں موجود تھے۔ساحر پر قہر آلود نگاہ ڈالتا وہ اپنے باپ کی جانب متوجہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"بابا! اس عورت کو میں نے نہیں مارا مجھے ٹریپ کیا گیا ہے"۔ اسامہ ان کے قریب آتا نظریں ساحر پر جمائے بولا جو اس سب سے لاتعلق بیٹھا تھا۔ اسامہ کی بات پر بس کندھے اچکا گیا۔

"بس کرو اسامہ! یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے جب میں تمہیں لاک اپ سے چھڑوا رہا ہوں"۔ حیدر علی بے زار لہجے میں بولے۔

"پر بابا"۔ وہ کچھ بولتا اس سے پہلے ہی حیدر علی اسے ہاتھ کے اشارے سے روک چکے تھے۔

"باقی باتیں گھر جا کر کر لیں گے"۔ حیدر علی اس کی بات سنے بغیر بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی ایس ایچ او بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"سر مجھے معلوم ہی نہیں تھا اپنا بچہ ہے۔ ورنہ وہیں سے کوئی اور بندہ اٹھا لیتے۔ تکلیف کے لئے معذرت"۔ ایس ایچ او ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"کوئی بات نہیں۔جب اپنا سکہ کھوٹا ہو تو دوسروں کو کیا کہنا"۔حیدر علی اتنا کہتے آگے بڑھ گئے جبکہ اسامہ ساحر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب آپ نے کیا ہے۔مگر یہ مت بھولیں یہ سب کر کے آپ نازنین کو مجھ سے دور نہیں کر پائیں گے"۔وہ سرد لہجے میں غرا رہا تھا۔

"وہ تمہارے قریب تھی ہی کب ؟"۔ساحر اتنا کہتا رکا نہیں۔تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔پیچھے اسامہ حیران کھڑا تھا۔اس کے بھائی نے اس کے پہلے جملے کی تردید نہیں کی تھی۔مگر جو حقیقت کا تھپڑ اسے مارا تھا وہ اس سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔اس کا اعتبار ٹوٹا تھا۔کرچیاں آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل میں بھی چبھی تھیں۔لمبی سانس خارج کرتا وہ بھی باہر کی جانب قدم بڑھا گیا۔

واپسی کا سارا راستہ حیدر علی نے ساحر کے ساتھ جب کہ اسامہ نے تنہا کاٹا تھا۔آج ہی ان کی واپسی ہوئی تھی اور ان کی اولاد ان کا نام سنہری حروف میں ایک مرتبہ پھر

لکھ چکی تھی۔ صد شکر کہ وہاں میڈیا نہیں تھا۔ورنہ وہ یہ سب کیسے قابو میں کرتے۔

گھر پہنچ کر وہ بنا کچھ کہے اپنے کمرے میں جانے لگے تو رحمان سامنے آیا۔ہانیہ بھی اس کے ساتھ تھی۔

"بابا کیا ہوا؟آپ آتے ساتھ ہی اتنا ہائپر کیوں ہو گئے تھے؟"۔وہ فکر مند لہجے میں بولا جس پر حیدر علی اس پہ برس پڑے۔

"اتنی فکر تھی تو اس وقت فون اٹھاتے جب تمہارا بھائی تھانے میں تھا۔اب آئے ہو فکر کرنے"۔وہ اتنا کہتے کمرے میں چل دیئے بنا ان دونوں کے چہرے کے تاثرات جانچے۔ان کے جانے کے بعد وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"یہ بابا کیا کہہ کر گئے ہیں؟"۔رحمان ہوش میں آتا بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جو سنا"۔ہانیہ کندھے آجاتی ہوئی بولی۔سامنے سے اسامہ اندر آتاد کھائی دیا۔رحمان تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔ہانیہ جانچتی نگاہوں سے اس کو سر تا پیر دیکھ رہی تھی۔

"اسامہ اس بار تم نے کیا گل کھلائے ہیں؟"۔رحمان اس کا کان پکڑے بولا۔جس کو اسنے چھڑوانے کی کوشش نہیں کی۔

"میں بتاتاہوں! صاحب زادے قتل کی واردات کر آئے ہیں"۔پیچھے سے ساحر آتا ہوابولا جس اسامہ نے کینہ توز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔اس کا بس چلتااس وقت تو وہ ساحر کو سالم نگل جاتا۔

"مجھ پر قتل کاالزام ہے۔میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔جس نے کیاہے بہت جلد ثابت ہو جائے گا"۔اسامہ نفی میں سر ہلاتا بولا۔

جبکہ ہانیہ تو قتل کی بات سن کر ہی شل تھی۔مطلب آج اس گھر میں دوسرادن تھا اور قتل کی باتیں ہو رہی تھیں۔بے اختیار اس نے جھر جھری لی۔

www.novelsclubb.com

"ملزم سے مجرم بننے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے"۔ ساحر اسامہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا، جسے اسامہ جھٹک گیا۔ دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لیے زہر تھا۔

"ساحر کم آن! وہ ہمارا بھائی ہے۔ بجائے اسے ڈیفینڈ کرنے کے تم اسے مزید ڈپریس کر رہے ہو۔ مجھے اپنے بھائی پر پورا یقین ہے کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا"۔ رحمان ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔ اسامہ بنا کسی سے کچھ کہے سیدھا حیدر علی کے کمرے میں چلا گیا۔

"ساحر تم دونوں کا جھگڑا ہوا ہے کیا؟ تم تو اس کے سب سے بڑے ڈیفینڈر تھے۔ اب ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو"۔ اسامہ کے جانے کے بعد رحمان دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ساحر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"بہت ڈیفینڈ کر لیا اسے۔اب سے اپنی ہر لڑائی وہ خود لڑے گا"۔ساحر سنجیدگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔رحمان ان دونوں میں چھڑی سرد جنگ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔پھر ہانیہ کی جانب آیا اور اس کا ہاتھ تھاما جو سرد پڑ رہا تھا۔

"یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے... قتل.....اسامہ.....میں ایسے گھر میں نہیں رہ سکتی.....جہاں لوگ قاتل ہوں.....اللہ... میری بیٹی ان قاتلوں کے بیچ میں رہ رہی تھی"۔ہانیہ ساکت نگاہیں رحمان کے چہرے پر ٹکائے بے ربطگی سے بولی۔

"ہانیہ دیکھو یہ صرف ایک الزام ہے۔میرے بھائی پر! وہ لاکھ برا سہی مگر اس میں اتنا حوصلہ نہیں کہ قتل کرے"۔اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے وہ باور کروانے والے انداز میں بولا تھا۔

"الزام ثابت ہونے میں آخر وقت ہی کتنا لگتا ہے"۔ہانیہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہیں مجھ پر یقین ہے نا؟"۔اب کہ رحمان نرم لہجے میں بولا۔جس پر ہانیہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"تو پھر میری بات کا بھی یقین رکھو۔اسامہ قاتل نہیں ہے۔اگر وہ قاتل ہوتا تو میں ایک لمحہ بھی اس کو اس گھر میں رہنے نا دیتا"۔وہ نرم لہجے میں اس کے شبہات دور کر رہا تھا۔اس کو یقین دلا رہا تھا۔ایک جگہ پر ساکت پتلیوں میں حرکت ہوئی اور ہانیہ نظریں جھکا گئی۔

"صرف تم پر یقین ہے۔جبھی مان رہی ہوں تمہاری بات"۔اور یہ جملہ رحمان علی خان کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کو کافی تھا۔

دوسری جانب اسامہ حیدر علی کے کمرے میں دوزانوں ہو کر ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔پاس ہی ثمرین کھڑیں ان دونوں باپ بیٹا کو دیکھ رہی تھیں۔ان کی گفتگو طویل چلنے والی تھی۔اس کا ذکر پھر سہی۔

www.novelsclubb.com

دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہاجرہ منہ پھلائے کھڑی تھی۔اسماعیل سفری بیگ میں اپنے سامان ڈال رہا تھا۔وہ عجلت میں دکھائی دیتا تھا۔

"ہاجرہ اب اس طرح کھڑی مت رہیں، میری تھوڑی سی مدد کر دیں یہاں آکر"۔وارڈروب میں سے کپڑے نکالتے ہوئے وہ مصروف انداز میں بولا۔

"ہاجرہ کو کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے"۔ نظریں پھیرتی وہ روٹھے لہجے میں بولی جس پر اسماعیل مسکرا دیا۔

"مگر دکھائی تو دے رہا ہے نا؟"۔کچھ جتانے والے انداز میں اس کے ہاتھ میں اپنے کپڑے پکڑائے۔جن کو ہاجرہ بنا کچھ کہے بیگ میں رکھنے لگی۔جب سارا سامان پیک ہو گیا تو اسماعیل اپنے ڈاکومنٹس چیک کرتا انہیں فائل میں رکھنے لگا۔ہاجرہ ڈبڈائی نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ رونا شروع کرتی اسماعیل اس کے قریب آیا اور اسے اپنے کندھے سے لگا گیا۔اتنا کرنے کی دیر تھی ہاجرہ سسکیوں کے ساتھ رونا شروع ہو گئی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔اسماعیل بنا کچھ کہے اس کا سر ہولے ہولے تھپک رہا تھا۔چند لمحوں بعد وہ خود ہی خاموش ہو گئی تھی۔ جبھی سر اٹھا کر اسماعیل کی جانب دیکھا۔اسماعیل نے ایک نظر اپنی گیلی شرٹ کو دیکھا اور ایک نظر اس کے روئے روئے چہرے کو۔وہ رونے کے بعد اور زیادہ پیارا لگ رہی تھی۔ مگر ایسا بول کر وہ تیسری جنگ عظیم کا آغاز نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کا جانا کیا اتنا ضروری ہے ؟"۔ہاجرہ نم نگاہیں اس کے چہرے پر ٹکائے بولی۔اپنا دایاں ہاتھ وہ اس کے گال پر رکھ چکی تھی۔ نظروں میں نا جانے کی التجا تھی۔ایک مان تھا۔اسماعیل اس کی نگاہوں میں گم نظریں بھی نا چرا سکا۔

"میں جلد واپس لوٹوں گا۔آپ تب تک اپنا اور ہماری بیٹی کا خیال رکھیں گیں"۔یونہی اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرے وعدہ لینا چاہا جس پر ہاجرہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں نہیں رکھ سکتی اپنا خیال آپ کے بغیر، آپ مت جائیں نا پلیز!"۔وہ بچوں کی مانند نم آواز میں ضد کر رہی تھی۔

"اچھا میں وعدہ کرتا ہوں جیسے ہی میرا کام ختم ہو گا میں فوری طور پر واپس آ جاؤں گا"۔اسماعیل اس کو تسلی دینے کی خاطر بولا۔ورنہ وہ جانتا تھا یہ چھ ماہ کا ٹوور ایک سال پر بھی شفٹ ہو سکتا تھا۔

"آپ کی جگہ کسی اور کو نہیں بھیج سکتے ہیں کیا؟"۔ایک امید کے تحت اس نے سوال کیا۔

"میرے جتنی قابلیت اور کسی میں نہیں ہے نا! سمجھا کریں"۔اب کہ وہ شریر انداز میں بولا۔

"ایسی قابلیت کو آگ لگے جو مجھے آپ سے دور کرے"۔ہاجرہ منہ بسورے بولی۔"ارے بیگم آپ تو ہٹلر بن رہی ہیں"۔وہ کانوں کو ہاتھ لگائے بولا۔

www.novelsclubb.com

"اور ایک بات یاد رکھیے گا میں ہر لمحے آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ کا خیال اس دل نے کبھی نہیں بھولا"۔ ہاجرہ کے ہاتھ کو دل پر رکھے وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"جلدی واپس آجائیں گے نا"۔ آنکھوں میں آس لئے وہ ایک مرتبہ پھر پوچھ بیٹھی۔ جس پر اسماعیل محض سر ہلا کر رہ گیا۔

پھر ہاجرہ اس کی بھیگی شرٹ دیکھتی سر پر ہاتھ مار گئی۔

"آپ کی تو ساری شرٹ گندی کر دی میں نے۔ میں آپ کو ابھی دوسری شرٹ لا کر دیتی ہوں"۔ اتنا کہتے ہی وہ وارڈروب میں سے اسماعیل کی شرٹ نکال کر لے آئی اور اس کو پکڑا دی۔

"میں آپ کے لئے ناشتہ بنا دوں! آپ چینج کر کے جلدی سے آجائیں"۔ ہاجرہ اتنا کہتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسماعیل اس کو منع کرنا چاہتا تھا مگر پھر اس کی ناراضگی کے ڈر سے رک گیا۔ وہیں ہاجرہ کچن میں کھڑی جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔

اسماعیل تیار ہو کر اپنی ماں کے کمرے میں چل گیا۔وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں جس پر وہ مسکراتا ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"خیر سے جاؤ اور خیر سے آؤ۔تمہارا سفر کامیاب رہے"۔

وہ اس کے سر اور کندھوں پر پھونک مارنے کے بعد اس کا ماتھا چومتی ہوئی بولیں۔

"اپنا، ہاجرہ اور میری بیٹی کا خیال رکھیے گا۔میں اللہ کے بعد ان کو آپ کے بھروسے چھوڑ کر جا رہا ہوں"۔اسماعیل ان کے دونوں ہاتھ عقیدت سے چومتا ماتھے سے لگاتا بولا۔

"تم بے فکر رہو۔میں اپنی جان سے بڑھ کر ان دونوں کا خیال رکھوں گی"۔وہ ماں تھیں۔اولاد کی خوشی میں خود کو بھی بھلا سکتی تھیں۔

اتنے میں ہاجرہ کی پکار پر وہ کچن کی جانب بڑھ گیا۔اس کے ساتھ مل کر میز پر کھانا لگایا اور پھر خود سے زیادہ اسے کھلایا۔اسے تمام تر ہدایات دیتا وہ اب ٹیکسی میں بیٹھ

رہا تھا۔ہاجرہ اور نفیسہ دونوں اس کو الوداع کرنے دروازے پر کھڑی تھیں۔وہ ایک نرم مسکراہٹ لئے ان دونوں کو دیکھتا ہاتھ ہلا رہا تھا۔اور اسی دوران وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔نفیسہ اور ہاجرہ دونوں اداس دل کے ساتھ گھر کے اندر آ گئیں۔نفیسہ اپنے کمرے میں چل دیں۔ہاجرہ ان کا ناشتہ کمرے میں دینے کے بعد اب میز سمیٹ رہی تھی۔یہ سب کام کرتے ہوئے بار بار اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔جن کو وہ ہاتھ کی پشت سے رگڑ کر صاف کر رہی تھی۔

چھٹی کے وقت عائشہ اپنی منتھلی ٹیسٹ کی رپورٹ ہاتھ میں پکڑے ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی۔اسکول کے باقی بچے بھی وہیں پر آس پاس کھیل رہے تھے۔عائشہ جو اپنی رپورٹ پر اے پلس گریڈ دیکھ کر مسکرا رہی تھی اس کے ہاتھ سے چھن جانے پر ٹھٹکی۔

"واؤ! لٹل گرل یو گاٹ اے پلس گریڈ"۔ یہ حسام تھا جو اس کی رپورٹ پر نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔

"مجھے میری رپورٹ واپس کریں"۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سنجیدہ لہجے میں بولی۔ اس کے برعکس حسام کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ وہ رپورٹ کارڈ کو تھوڑا اونچا کر گیا۔ عائشہ اس کے ہاتھ کی سیدھ میں ہی دیکھ رہی تھی۔

"اگر پکڑ سکتی ہو تو پکڑ لو"۔ اس کو چڑانے کی خاطر حسام بولا۔ ارادہ محض اس کو زچ کرنے کا تھا۔

"میں آپ کو آرام سے کہہ رہی ہوں میری رپورٹ واپس کر دیں"۔ عائشہ ہنوز اسی انداز میں بولی۔

"نہیں دوں گا! کیا کر لو گی؟"۔ دونوں ابرو اچکاتے استفسار کیا۔ جس پر عائشہ ہاتھ سیدھے چھوڑتی دو قدم آگے ہوئی اور اپنا گھٹنا اس کی ٹانگوں میں زور سے دے

مارا۔ حسام چونکہ اس سب کے لئے تیار تھا تبھی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ رپورٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی جس کو عائشہ نے جھٹ سے اٹھالیا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا"۔ حسام جو اپنا گھٹنا سہلا رہا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ لبوں پر شریر مسکان نے احاطہ کیا ہوا تھا۔ ماریہ جو وہیں سے گزر رہی تھی یہ منظر دیکھ کر کھول اٹھی۔ تیز تیز قدم اٹھاتی وہ وہاں آئی اور حسام کو ہاتھ دے کر اٹھایا۔

"تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی نا؟"۔ وہ اس کے بال ہاتھ کی مدد سے درست کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گیا۔

"چلو آج میں تمیں گھر ڈراپ کر دیتی ہوں"۔ ایک شرربار نظر عائشہ پر ڈالی جس پر وہ کندھے اچکا گئی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے نگلنے کا ارادہ لئے وہ حسام کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔

"پتا نہیں ایسے لوگوں کو رکھ کیسے لیتے ہیں اسکول والے"۔ وہ اتنا کہتی گیٹ کی جانب بڑھ گئی کیونکہ چوکیدار آکر اطلاع دے چکا تھا کہ اس کو لینے آگئے ہیں۔

ڈرائیور کو دیکھ کر عائشہ افسردہ ہوتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اب ضروری تو نہیں تھا روز روز اس کے ماں باپ ہی اسے لینے کے لئے آتے۔

دو ہفتے بعد حبیب کافی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا۔ بازو پر پلستر ہنوز بندھا ہوا تھا۔ الحینہ اس کو دیکھتے ہی اس کی جانب لپکی۔

"اوہ مائی گاڈ! یہ سب کیسے ہوا حبیب؟"۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتی ہوئی بولی۔ حبیب نے ایک نظر کوفت سے اس کی جانب دیکھا۔

"کچھ نہیں بس ایک ایکسیڈنٹ تھا یہ"۔ الحینہ کا ہاتھ اپنے بازو پر سے ہٹاتے ہوئے بے زاری سے جواب دیا۔

"تم کم سے کم مجھے بتا دیتے۔ میں آجاتی تمہیں دیکھنے کے لئے"۔الحینہ ہنوز چہرے پر فکر سجائے بولی۔ حبیب نے آنکھیں گھما کر اس کی جانب دیکھا جس پر وہ نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا تمہیں انکل سے اطلاع نہیں ملی اس سب کی؟"۔الحینہ اس کے جواب کے بدلے نفی میں سر ہلا گئی۔

"یہ بھی صحیح ہے۔اپنی نئی نویلی بیوی کے آگے انہیں میں کہاں یاد رہوں گا"۔دکھی لہجے میں شکوہ کیا۔

"دھیرے بولو۔اگر کسی نے سن لیا تو وبال بن جائے گا"۔الحینہ اس کو گھرکنے کے سے انداز میں بولی۔

"خنساء کی کیا خیر خبر ہے"۔واٹس ایپ کھولے سرسری لہجے میں سوال کیا۔الحینہ ایک ادا سے مسکرا دی۔

"تو اتنا زخمی ہونے کے باوجود بھی اس چڑیا کے لئے آئے ہو تم یہاں یونیورسٹی"۔دانتوں کی نمائش کرتے وہ چڑانے کو بولی۔

"بکومت۔اپنا پلین مکمل کرنا ہے۔اس لئے پوچھ رہا ہوں"۔ماتھے پر بل لئے اسے گھورا۔

"ہاں بس وہ یہاں سے گزرنے والی ہو گی۔روزانہ یہیں سے گزر کر کیفے جاتی ہے وہ"۔الحینہ اپنے ناخنوں پر لگی سرخ رنگ کی نیل پینٹ دیکھتے ہوئے بولی۔دوسری جانب سے منظر پر خنساء نمودار ہوئی جو تیز تیز قدم اٹھاتی جا رہی تھی۔ان دونوں کو بنا دیکھے وہ آگے بڑھ گئی جس پر حبیب کو حیرانی ہوئی۔مگر پھر الٹے قدم واپس آئی۔آنکھوں میں افسوس کا تاثر لئے حبیب کی جانب دیکھا۔

"بہت افسوس ہوا کہ آپ ایک ہاتھ سے معذور ہو گئے ہیں"۔حبیب جو اس کے الٹے پیر واپس آنے پر مسکرایا تھا اس کی اس بات پر لب بھینچ گیا۔خنساء الحینہ کو سرے سے نظر انداز کر گئی۔

"ہمدردی کے دو بول نہیں بول سکتی تو میرا خون بھی مت جلاؤ"۔ تپے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کو ہمدردی نہیں، ایک عدد تھیراپسٹ کی ضرورت ہے"۔ خنساء سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"تو میری ان پیڈ تھیراپسٹ تم کیوں نہیں بن جاتی"۔ اس کے برعکس حبیب ذو معنی انداز میں بولا۔ الحینہ قہر آلود نگاہوں سے خنساء کو تک رہی تھی۔

"میں انگلش ڈیپارٹمنٹ کی اسٹوڈنٹ ہوں"۔ وہ باور کروانے والے انداز میں بولی۔

"تو پھر انگلش ڈیپارٹمنٹ کی اسٹوڈنٹ کو میری تھیراپی کا خیال کیوں کر آیا؟"۔ اسی کے سے انداز میں جواب دیا۔ اپنے نزدیک وہ اسے لاجواب کر چکا تھا۔ مگر سامنے خنساء تھی۔ اپنے خاندان کی سب سے حاضر جواب لڑکی۔ اس سے خاموشی کی توقع سورج مغرب سے نکلنے کے مترادف تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ آپ پہ شادی شدہ عورتوں کو پرپوز کرنے کا بھوت سوار ہے۔ جو تھیراپی کی ذریعے سے ہی اترے گا"۔ ہونٹوں پر شریر مسکان لئے وہ وہاں سے چل دی۔ پیچھے سے حبیب اپنا پیر زور سے زمین پر مار گیا۔

"یہ لڑکی ضائع ہو جائے گی میرے ہاتھوں"۔ لب بھینچے خود کلامی کی۔

"پلستر لگے ہاتھ سے ؟"۔ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے الحینہ اتنا بولتی رفو چکر ہو گئی۔ اس کے اس سوال پر وہ محض غصہ ضبط کرتا واپسی کی راہ پر چل دیا۔ ان دونوں لڑکیوں کی زبان کے نیچے خندق تھی۔ جس میں سے کب کونسا بمب اس پر گرا دیں نہیں معلوم۔

www.novelsclubb.com

اب اگر اسامہ کی جانب نگاہ دوڑاؤ تو وہ آس بھری نگاہیں اپنے باپ کے چہرے پر ٹکائے ہوئے تھا۔

"بابا آپ ایک بار میری بات تو سن لیں"۔

"کچھ سننے کو بچا ہے کیا؟اس ایک سال میں چار بار ڈر گز کے سلسلے میں تم اریسٹ ہو چکے ہو۔اگر میری پہنچ ڈی آئی جی تک نا ہوتی تو تم جیل میں چکی پیس رہے ہوتے۔میں نے کتنا برداشت کیا ہے تمہیں۔اور اب تو تم نے حد کر دی۔ایک فارنر لڑکی کا قتل ؟نہیں تم مجھے یہ بتاؤ تمہاری اس سے کیا دشمنی تھی ؟اس کو کیوں مارا؟رپورٹس کے مطابق وہ لڑکی ماں بننے والی تھی ؟تمہیں اس پر ذرا سا بھی ترس نہیں آیا؟کیسے انسان ہو تم"۔حیدر علی دکھ سے بولے۔ثمرین دونوں ہاتھوں میں سر گرائے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں کہتی تھی نا اس پر دھیان رکھیں۔اس کی سوسائٹی اچھے لوگوں کی نہیں ہے۔مگر آپ کہتے تھے خیر ہے بچہ ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔مگر یہاں تو ٹھیک ہونے کی بجائے مزید بگاڑ ہی آیا ہے"۔وہ سر اٹھاتی دکھی لہجے میں بولیں۔اسامہ

نے اذیت سے اپنی ماں کی جانب دیکھا۔اٹھ کر ان تک آیا اور ان کے قدموں میں بیٹھتا ان کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"مما آئی سوئیر! آپ کا بیٹا قاتل نہیں ہے۔میں نے اس لڑکی کو نہیں مارا۔یہ مجھ پر الزام ہے"۔وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

"تم میرے سب سے اچھے اور پیارے بیٹے تھے۔لیکن تم نے مجھے بہت مایوس کیا"۔ثمرین متاسف لہجے میں بولیں۔

"مما کیا ایک الزام اتنا بھاری ہے کہ آپ مجھ سے اپنا بیٹا ہونے کا حق چھین لیں"۔وہ دکھتے گلے کے ساتھ بولا۔حلق میں گرہیں پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ماں باپ کی بے اعتباری اپنی چوبیس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ جو دیکھنی پڑ رہی تھی۔حیدر علی یہ ساری گفتگو خاموشی سے سن رہے تھے۔

"میں تمہارا یقین کیسے کر لوں بیٹا؟ جب پچھلے الزام بھی سچ ثابت ہوئے تھے تو تمہارا باپ تمہیں بچا کر لایا تھا۔اب کی بار بھی اگر الزام سچ ہوا تو کیا جواز دو گے اس سب کا؟"۔ ثمرین دکھی لہجے میں بولیں۔

"آج تو میں زندہ ہوں تو ہر جگہ سے چھڑوالاتا ہوں۔ کل کو میں زندہ نا ہوا تو تمہارے بھائی تو تمہیں جیل میں سڑتا رہنے کے لئے چھوڑ دیں گے"۔ حیدر علی کے چہرے پر اس وقت صرف اپنی تیسری اولاد کے لئے فکر تھی۔ جو ان کو حد سے زیادہ عزیز تھی۔

"بابا ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نہیں تو میں کچھ نہیں۔ پلیز ایسے مت کہیں"۔اسامہ اٹھ کر ان کے پاس آ گیا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں اس بار میں بے قصور ہوں۔ انویسٹی گیشن ہو رہی ہے۔ بہت جلد اصلی قاتل کا پتا چل جائے گا۔ مگر تب تک مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ اگر آپ اپنا ہاتھ مجھ سے چھڑا لیں گے تو میں تو یونہی لڑ کھڑا جاؤں گا"۔ وہ ان کے ہاتھ عقیدت

مندی سے پکڑے آنکھوں سے لگائے بولا۔حیدر علی اس کی آنکھوں کی نمی محسوس کر سکتے تھے۔ان کا دل اپنی اولاد کی اس حالت پر پسیجا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔اٹھ جاؤ شاباش"۔وہ خود کھڑے ہوتے اسے بھی ساتھ کھڑا کر گئے۔ہاتھ بڑھا کر باری باری اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو پونچھے اور اسے گلے سے لگا لیا۔اب کہ وہ اس کا سر تھپک رہے تھے۔

"مجھے اپنے بیٹے پر پورا یقین ہے کہ وہ ایسا کوئی غلط کام نہیں کر سکتا ہے۔اور جو غلطیاں ہو چکی ہیں آئندہ ان سے احتراز برتنا"۔اسامہ کو خود سے الگ کرتے وہ نصیحت کر رہے تھے۔اس کو مان دے رہے تھے۔یہ منظر دیکھ کر ثمرین بھی مسکرا دیں۔اسامہ اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

"آپ نے اتنی آسانی سے اسے معاف کیوں کر دیا؟"۔اسامہ کے جانے کے بعد وہ حیدر علی کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ وہ رو رہا تھا۔اور یہ پہلی مرتبہ ہے جب وہ رویا ہے۔ورنہ تمہیں یاد ہی ہے بچپن میں بڑی سے بڑی چوٹ لگنے پر بھی وہ مسکرا دیتا تھا۔مگر آج اگر اس کے اعتبار پر ہماری جانب سے زخم لگ جاتے تو وہ دوبارہ کبھی نا مسکرا پاتا"۔حیدر علی کی بات پر ثمرین نے بھی سر ہلا ڈیا۔وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے۔اس میں کچھ غلط بھی نا تھا۔

"اچھا آپ کی اولاد نے آتے ساتھ ہی آپ کو گھن چکر بنا دیا ہے۔آپ آرام کر لیں۔شام میں شاہین کی طرف دن لینے کے لیے جانا ہے۔میں آپ کی چائے بھجوا دیتی ہوں"۔ ثمرین اتنا کہتی کمرے سے باہر چل دیں۔پیچھے حیدر علی موبائل پر ای میلز چیک کرنے میں مصروف ہو گئے۔

دوسری جانب اسامہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کئے وسط میں کھڑا لمبے لمبے سانس بھر رہا تھا۔ جسم کی ہر نس میں خون کا فشار بڑھ رہا تھا۔اس کی گندمی رنگت پر ابھرتی نیلی اور سبز رگوں کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

او-ٹی کے باہر شہریار جلے پیر کی بلی کی مانند چکر کاٹ رہا تھا۔ صبح سے شام ہونے کو آ گئی تھی مگر اس کا دل مسلسل ہولا رہا تھا۔ اس کو یوں لگتا تھا کہ ادھر آنکھیں بند کیں ادھر اس کے بابا اس سے چھن گئے۔

"شہریار گھر جا کر تھوڑی دیر آرام کر لو۔ میں اب آ گیا ہوں نا یہاں! انکل کو اور باقی سب معاملات کو دیکھ لوں گا"۔ یہ حذیفہ تھا جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اپنائیت سے بولا۔

"نہیں مجھے ابھی بھروسہ نہیں کرنا۔ کیونکہ میں جب جب بھروسہ کرتا ہوں وہ صرف ٹوٹتا ہی ہے۔ میں اپنے بابا سے بچھڑ نہیں سکتا"۔

"اچھا کم سے کم کچھ کھا پی تو لو! ایسے میں تو تم خود بیمار پڑ جاؤ گے"۔ وہ متفکر لہجے میں بولا۔

"جب تک بابا کی سرجری کامیاب نہیں ہو جاتی مجھ پر کھانا پینا سب حرام ہے"۔ شہریار دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔ پیشانی پر بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"خود کو اذیت دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟"۔ حذیفہ اپنی رو میں بولا جبکہ شہریار دماغ میں آئے خیال کو عملی جامہ پہنانے کا سوچ رہا تھا۔

"دو گھنٹے۔ صرف دو گھنٹے یہاں پر میرے بابا کے پاس رہو! میں ایک کام کر کے لوٹوں گا"۔ لہجے میں جلد بازی کا عنصر تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ! میں ادھر ہی ہوں انکل کے پاس"۔

شہریار اپنے دوست کی امید پر یہاں سے جا تو رہا تھا۔ مگر واپسی پر اس کو کیا خبر ملتی یہ وقت ہی بتاتا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا پارکنگ کی جانب جا رہا تھا جب رستے میں حنان علی سے ٹکراؤ ہوا۔ایک طنزیہ مسکراہٹ ان کی جانب اچھالی۔

"مجھے پتا چلا کہ میرا بھائی بیمار ہے۔سوچا عیادت کر آؤں"۔وہی ازلی نرم مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولے۔مگر اب یہ میٹھا لہجہ اپنا اثر کھو چکا تھا۔

"وہی بھائی جس کو تیس سال سے حبس بے جا میں رکھا ہوا تھا۔اس کے بیٹے کو اس کا نام تک غلط بتایا تھا۔سب جھوٹ گھڑا تھا۔شاہ زین نہیں بلکہ شہباز علی تھا ان کا حقیقی نام !اگر مجھے پہلے ہی پتا چل جاتا تو اتنے عرصے بعد نا ان سے ملتا"۔طنز نا تھا۔بس عام سے لہجے میں سوال کیا تھا۔یاس کا عنصر شامل تھا۔

"تمہاری زندگی کے بدلے اس نے قید چنی تھی،وگرنہ اس وقت تم بھی اپنی ماں کے پاس ہوتے"۔اب والا لہجہ عام نا تھا۔اس میں سفاکیت اور بے رحمی کی جھلک تھی۔

"اور میری ماں کو مارنے والا اور کوئی نہیں آپ تھے"۔ سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔ اسے امید تھی کہ وہ اس بات کی تردید کردیں گے۔

" بالکل! اگر تمہارے باپ کی بجائے مجھ سے شادی کرلیتی تو زندہ رہتی وہ عورت"۔ اس کے کان کی جانب جھکتے مدھم مگر سرد آواز میں سرگوشی کی۔ یہ سننا تھا کہ شہریار کا پورا جسم یوں تھا جیسے خون کا ایک قطرہ ناموجود ہو۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں۔ اس پر گویا کسی مجسمے کا سا گمان ہو رہا تھا۔

"اب اگر میرا مقصد پورا نا ہوا تو...."۔ دوبارہ سے اس کے کان کی جانب جھکے۔ "ہانیہ کو بالکل ویسے ماروں گا جیسے تمہاری ماں کو مارا تھا"۔ سرگوشی کرتے پیچھے ہٹ گئے۔ شہریار شل کھڑا ان کو تک رہا تھا۔ پیروں تلے زمین نا ہونا، سر سے آسمان کا چھن جانا! یہ دونوں کام تھے جو اس وقت اس کے ساتھ ہوئے تھے۔

نازنین گھر واپس آتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔سب سے پہلے اپنی رپورٹس کو لا کر میں رکھا۔پھر اپنی دوائیں کھانے کا خیال آیا تو دراز کی جانب بڑھی۔اس میں سے دوائیں کھانے کو نکالیں اور پاس پڑے جگ میں سے پانی گلاس میں ڈالا۔دوائی کو ہاتھ میں پکڑے وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔دوسرے ہاتھ سے پانی کے گلاس کو گھور رہی تھی۔صاف شفاف پانی کے عکس میں اس کی آنکھیں دھندلا چکی تھیں۔وہ منظر آج بھی یاد تھا جب شہریار نے اس کو رد کیا تھا۔وہ یہ بات آج سے چار سال قبل اپنے باپ کی موت پر دفن کر آئی تھی۔مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جانے والوں کو بھلایا جا سکتا ہے۔زندہ لوگوں کو نہیں۔

www.novelsclubb.com

یہ ان دنوں کی بات تھی جب اس کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا۔شہریار کا ان کے گھر آنا جانا بہت عرصے سے تھا۔اس کی ایک وجہ بزنس پارٹنر شپ دوسری حذیفہ سے دوستی۔

اسی دوران کب وہ ناز نین کو اچھا لگا اور کب وہ اس سب کا اظہار کر بیٹھی ! یہ بات صرف وہ دونوں ہی جانتے تھے۔

یہ ایک دعوت کہ موقع پر ہونے والی پہلی اور آخری با قاعدہ گفتگو تھی ان دونوں کے درمیان۔

"کیسے ہیں آپ"۔ شہریار جو الگ تھلگ کونے میں فون کان سے لگائے کھڑا تھا ناز نین اس کے عقب میں کھڑی بولی۔ اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ لیکن آپ اس وقت یہاں خیریت ؟"۔ فون کو جیب میں اڑستے سوال کیا۔

"مجھے آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔ اس کا جواب پوری ایمانداری سے دیجیئے گا"۔ وہ ہنوز اسی سنجیدہ لب و لہجے میں بولی۔ جس پر شہریار نے ابرو اچکائے۔ گویا بولنے کا اشارہ تھا۔

"آپ کہیں کمیٹڈ ہیں؟ یا کوئی لڑکی آپ کو پسند ہے؟"۔وہ یہ سوال کرے گی شہریار کے وہم و گمان میں بھی نا تھا۔کہاں وہ صرف سلام دعا کرتی تھی آج اتنے بے باک سوالات کر رہی تھی۔بے اختیار اس کا سر نفی میں ہلا۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں"۔اس کے اتنے واضح انداز میں بولنے پر شہریار بھونچکارہ گیا۔سامنے کھڑی انیس سالہ لڑکی اس کے دوست کی بہن تھی۔جس کی عزت وہ دل سے کرتا تھا۔اور اس نے تو ایسا کبھی کوئی اشارہ نہیں دیا تھا جو وہ یہ سوال کر رہی تھی۔

"اس اہم سوال کی وجہ جان سکتا ہوں؟"۔شہریار بھی اب چہرے پر سنجیدہ تاثرات لا چکا تھا۔پہلے والی نرمی اور حیرانی مفقود تھی۔

"مجھے صرف ہاں یا نہ میں جواب دیں"۔وہ اس سے بھی زیادہ سخت اور سرد لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"نہ! کیونکہ...."۔اس سے قبل وہ کوئی تاویل پیش کرتا نازنین اسے ہاتھ کے اشارے سے روک چکی تھی۔

"میں اپنے فلاز(flaws) آپ کے منہ سے سننے میں انٹرسٹڈ نہیں"۔اتنا کہتی وہ رکی نہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔وہ اس لڑکی کو تاویلیں دینا چاہتا تھا مگر وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔وہ کیسے اس لڑکی کو خود کے ساتھ باندھ لیتا جب اس کا اپنا ہی کوئی مستقبل نہیں تھا۔

پھر اگلے روز حذیفہ نے باتوں باتوں میں نازنین کا ذکر اس سے کیا۔کیونکہ اس جمال احمد ان دنوں اپنی بیٹی کی نسبت طے کرنا چاہتے تھے۔نازنین جو یونیورسٹی سے گھر لوٹی تھی ان دونوں کو لاؤنج میں باتیں کرتا دیکھ وہیں رک گئی۔

"یار تمہاری بہن ابھی چھوٹی ہے۔آج کل اتنی سی عمر میں کون شادیاں کرواتا ہے اپنے بچوں کی؟ویسے بھی وہ اتنی بڑی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتی۔خاندان کو

چلانے کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے"۔ یہ شہریار کی آواز تھی جو اس کے کانوں میں پڑی۔ ایک وقت تھا جب وہ خاموشی سے اسے بولتے ہوئے گھنٹوں کان لگا کے سنتی تھی۔ ٹی وی پر آنے والا اس کا ہر پروگرام دیکھتی تھی۔ لیکن اب، یہی آواز سب سے بری لگنے لگ گئی تھی۔ کیا وجہ صرف اس کا انکار کرنا تھا؟ یا اپنا غیر ذمہ دار کہلایا جانا، یا پھر اپنی ذات کی نفی کیا جانا۔ وہ پر امید تھی کہ شہریار اس کو نہ نہیں کہے گا مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس نے اس کی ہر خواہش پر سر تسلیم خم کرنے کا وعدہ کب کیا تھا۔

اس دن کے بعد سے اس نے اپنے دل سے اس شخص کی محبت کو نکال پھینکا تھا۔ وہ ساری عمر اس شخص کا روگ دل کو لگا کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ اور تبھی اس نے اپنے باپ کے کئے گئے فیصلے پر رضامندی دے دی تھی۔ جو کہ اس کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہونے والی تھی۔

www.novelsclubb.com

حال میں واپس لوٹو تو وہ یونہی گلاس پر نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔ شاہین کی آواز نے اس کا سکتہ توڑا تھا۔

"نازنین! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ حیدر بھائی اور ثمرین آپا آ رہی ہیں"۔ وہ تیز رو میں بولیں جب اس کی ہتھیلی پر دھری گولیوں کو دیکھ کر ٹھٹکیں۔

"یہ کس چیز کی میڈیسن ہے"۔ اس کے قریب آتے وہ پوچھنے لگیں۔

"سر درد، اور جو چوٹ لگی تھی اس کی"۔ اتنا کہتے ہی اس نے وہ گولیاں پھانک لیں اور ایک گھونٹ میں ہی سارا گلاس خالی کر دیا۔

"اچھا ہے۔ اپنی دوائیاں وقت پر لو۔ شادی قریب ہے تمہاری ویسے بھی"۔ اس کا گال چھوتی وہ اتنا کہہ کر باہر چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ تلخی سے مسکرا دی۔

www.novelsclubb.com

سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہاتھ میں برش پکڑے وہ بال بنا رہا تھا۔ایک نظر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں،ان کی چمک غیر معمولی تھی۔ان آنکھوں پر ابلیس کی سی آنکھوں کا گمان ہو رہا تھا۔کف لنکس جوڑتا اپنی تیاری پر آخری نظر ڈالتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔اب اس کا رخ ساحر کے کمرے کی جانب تھا۔دروازے پر بنا دستک دیئے وہ اندر داخل ہوا۔ساحر دراز پر جھکا چند کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا جب آہٹ پر پلٹا۔پھر نرم مسکراہٹ لئے اس کی جانب دیکھا۔

"آ جاؤ بیٹھ جاؤ"۔کمرے میں موجود ٹو سیٹر صوفے کی جانب اشارہ کیا۔اسامہ سر نفی میں ہلا گیا۔

"میں آپ سے دوٹوک بات کرنے کے لئے آیا ہوں"۔وہ ہاتھ سینے پر باندھے سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"بولو"۔ساحر اتنا کہتا خود صوفے پر بیٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے آپ سے ایک سیدھی مانگ رکھی تھی۔ کہ نازنین مجھے دے دیں۔ لیکن آپ نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ آپ کو لگا کہ میری سب باتیں مذاق ہیں"۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بول رہا تھا۔اور ساحر محض اپنی ٹانگ کو ہلا رہا تھا۔ جیسے یہ ساری گفتگو سننا ایک مجبوری امر ہو۔

"لارا کو پاکستان میں نے بلوایا تھا۔اور صرف اتنا ہی نہیں اس کی ساری کال ریکارڈنگز میرے پاس سیو ہیں۔ میں آپ کے خلاف واضح ثبوت کورٹ میں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن وہ کیا ہے نا میں جانتا ہوں آپ یہ قصہ کورٹ تک جانے ہی نہیں دیں گے۔ آپ پہلے ہی سب کچھ ختم کر دیں گے"۔اتنا کہہ کر اس نے توقف کیا۔ پھر گردن کو دائیں بائیں گھمایا۔

"لیکن آپ کی پیشی اب جس عدالت میں ہو گی اس سے آپ کیسے بچیں گے؟ میں سب ثبوت جا کر نازنین کو دکھاؤں گا۔اور وہ آپ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے

www.novelsclubb.com

گی۔ بلکہ وہ تو کیا سب لوگ آپ سے رشتہ توڑ لیں گے "۔اسامہ کے الفاظ نے ساحر کی رنگت متغیر کر دی تھی۔اس کا رنگ یوں تھا جیسے کسی نے چونا پھیر دیا ہو۔

"اور ایسا قطعی مت سوچئیے گا کہ میں باز آجاؤں گا۔ میں ایسا ضرور کروں گا"۔اسامہ دھمکاتے لہجے میں بولتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ ساحر منہ پر ہاتھ پھیرتے اٹھ کھڑا ہوا۔سب سے پہلے نازنین کو اعتماد لینا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا نیچے لاؤنج میں آیا جہاں اس کے باقی گھر والے تیار تھے۔ میز مٹھائیوں اور تحائف سے بھری پڑی تھی۔

"مما آپ لوگ جا رہے ہیں؟"۔ ثمرین کو مخاطب کرتے پوچھا جو اپنی ساڑھی کا پلو درست کر رہی تھیں۔

"ہاں بس تمہارے بابا تیار ہو رہے ہیں۔ پھر ہم نکل رہے ہیں"۔

"میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلوں گا"۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اسامہ پر ایک نظر ڈال کر وہ دوبارہ سے ثمرین کی جانب متوجہ ہوا۔

"ارے برخوردار ایسے موقعوں پر لڑکے ساتھ نہیں جاتے"۔ حیدر علی عقب میں سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولے۔ ان کی بات پر وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

"میرا جانا ہی تو سب سے زیادہ ضروری ہے بابا جان"۔ ساحر معنی خیزی سے بولا۔

"ہاں بھئی تمہاری بیوی جو ہے وہاں۔ اس سے ملنے کے لیے بہانہ تو چاہیئے تمہیں"۔ ثمرین اس کو چھیڑنے کی غرض سے بولیں۔

"میری بیوی سے ملنے کے لئے مجھے بہانوں کی ضرورت نہیں"۔ وہ گردن کڑا کر بولا۔ اسامہ نے قہر آلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ ان دونوں کے مابین یہ خاموش سرد جنگ حیدر علی بھی محسوس کر چکے تھے۔ وجہ وہ تھانے والے واقعے کو گردان رہے تھے۔ حقیقی وجہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نا تھی۔

"اچھا چلو اب ساتھ چل ہی رہے ہو تو یہ سامان سارا گاڑی میں رکھواؤ"۔ حیدر علی سامان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

"بابا اتنے سارے ملازم کس لیے ہیں"۔ وہ ماتھے پر بل لئے بولا۔ جس پر حیدر علی کی ایک گھوری کافی تھی۔ وہ بنا کوئی اور سوال کئے تیزی سے سامان کی ایک ٹوکری اٹھاتا باہر کی جانب بڑھا۔ اسامہ بھی بنا کچھ کہے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"یار یہ ہانیہ اور رحمان کہاں رہ گئے ہیں؟"۔

"وہ بس تھوڑی دیر میں ہمارے ساتھ راستے میں مل جائیں گے۔ آئیں ہم چلتے ہیں"۔ ثمرین ان کو بتاتی ہوئی باہر کی جانب بڑھیں۔ حیدر علی بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ دوسری جانب ہانیہ پر نظر دوڑاؤ تو وہ عائشہ کو سنگھار میز کے سامنے بیٹھائے تیار کر رہی تھی۔ اس کے گھنگریالے بالوں میں فرنچ ٹیل بنا کر ان کو سامنے سے جیل لگا کر سیٹ کیا اور پھر گلابی رنگ کا لپ گلوز اس کے ہونٹوں پر لگایا۔ سبز آنکھیں اور پھولے گلابی گالوں میں وہ کوئی موم کی گڑیا معلوم ہوتی تھی۔ ہانیہ نے

بے اختیار اپنی بیٹی کی بلائیں لے ڈالیں۔عائشہ وہاں سے اٹھتی اپنے جوتے پہننے لگی جبکہ ہانیہ نے اپنا عکس آئینے میں دیکھا۔مہرون رنگ کی پیروں کو چھوتی قمیض جس کے گلے پر موتیوں کا نفیس کام دیکھائی دے رہا تھا ساتھ ہی کندھے پر ہم رنگ شیفون کا دوپٹہ موجود تھا۔مہرون ہائی ہیلز نے اس کے پیروں کی رنگت کو مزید ابھارا تھا۔بال بلوڈرائے کرنے کے بعد کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔نیوڈ میک اپ نے اس کے نقوش کو مزید ابھارا تھا۔رحمان جو اسے جلدی کرنے کو کہنے والا تھا اس کی تیاری دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔اس نے اعتراف کیا کہ وہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہے۔ہانیہ اس کے قریب آتی عین سامنے آکر رکی اور چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"کیسی لگ رہی ہوں میں ؟"۔معصومیت سے آنکھیں جھپکتے سوال کیا۔سامنے والا اپنے ہوش و حواس میں ہوتا تو کوئی جواب دیتا نا۔اپنے لیے رحمان کی نظروں میں ستائش وہ دیکھ چکی تھی۔وہ ارد گرد سے بیگانہ یک ٹک بس اسے ہی تکے جا رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بابا مما آپ سے کچھ پوچھ رہی ہیں"۔عائشہ کی آواز نے اس کا سکتہ توڑا تھا۔وہ اس کا ہاتھ پکڑے زور و شور سے ہلا رہی تھی۔رحمان نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا دوسری ہانیہ پر ڈالی۔

"کیا پوچھ رہی تھی تم؟"۔انجان بنتے سوال کیا۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں"۔پھر سے اپنا سوال دہرایا۔

"منہ دھو کر آؤ۔پھر بتاؤں گا"۔سنجیدہ لہجہ،آنکھوں میں شرارت۔

ہانیہ کے تو مانو سر پر لگی اور تلوؤں پر بجھی۔

"عائشہ کا لحاظ نا ہوتا تو بتاتی تمہیں میں"۔ہانیہ دانت پیستی بولی۔

"اٹس ویری بیڈ بابا! دیکھیں ماما کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔بالکل فیری کی طرح"۔عائشہ کے فیری کہنے پر رحمان کے دماغ میں جھماکا ہوا۔اب یہاں اس کی بیٹی خنساء کا ذکر نا کردے۔وگرنہ گرم ماحول میں بمباری کا اضافہ ہو جانا تھا۔

"ہاں بالکل! آپ کی ماما فیری ہی تو ہیں....... بنا پروں کے"۔عائشہ کی بات کی تائید کی جس پر ہانیہ کا چہرہ کھل اٹھا مگر اگلی بات پر وہ پیر پٹختی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"عائشہ اپنے بابا سے کہو اگر وہ آنا چاہیں تو آجائیں۔ وگرنہ میں خود ہی ڈرائیو کر کے چلی جاؤں گی"۔ہانیہ مڑ کر بولی اور باہر نکل گئی۔رحمان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔عائشہ سرزنشی نظروں سے باپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔

میٹنگ روم میں اس وقت گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔یہ آٹھ لوگوں کی میٹنگ تھی جس کی سربراہی اسماعیل معراج کر رہا تھا۔اس کی سیاہ آنکھیں اس وقت سنجیدگی کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔سامنے دیوار پر نصب ایل ای ڈی کی اسکرین پر جو مناظر ابھر رہے تھے وہ کسی عام انسان کی بصارت دھندلا سکتے تھے۔مگر وہاں موجود لوگوں کی بصارت ان چیزوں کو دیکھنے کی عادی تھی۔

سرمئی میز کے دونوں جانب کرسیوں پر براجمان وہ لوگ اسکرین کی جانب پوری طرح سے متوجہ تھے۔اسماعیل مطلقہ منظر پر پوائنٹر کی مدد سے نشاندہی کر رہا تھا۔

ایک تصویر پر وہ بے اختیار ٹھٹکا۔شناسا چہرہ تجسس ابھار رہا تھا۔

"یہ لڑکی کون ہے"۔اپنے ساتھی ارکان سے پوچھا۔

"Emerging Hollywood actress Hania Obaid"

ان میں سے ایک نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔اسماعیل نے بے اختیار سوچا کہ یہ چہرہ اس نے کہیں دیکھ رکھا ہے۔

"پچھلے چار سال سے ایکشن مووی کی شوٹنگ جاری ہے ان کی۔اس سال وہ مووی لانچ ہو گی۔لیکن یہ پہلے ہی ڈیزائننگ لیٹر دے چکی ہیں۔اس وجہ سے اب یہ ہٹ لسٹ پر ہیں"۔اس آدمی نے مزید اضافہ کیا۔

"یہ بے خبر گھوم رہی ہیں، مگر یہ نہیں جانتی کہ موت سے بدتر چیز ان کے تعاقب میں ہے"۔اس آدمی کے انکشافات نے اسماعیل کو شش و پنج میں مبتلا کر ڈالا تھا۔آخر وہ عورت اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی تھی۔

"مگر تمہارے کہنے کے مطابق وہ فلم کی شوٹنگ پوری کروا چکی ہے۔اور معاہدہ بھی پورا کر چکی ہے۔پھر یہ ان لوگوں کی ہٹ لسٹ پر کیوں ہے"۔گہرا سانس بھرتے ذہن میں ابھرنے والا سوال کیا۔

"دس لاکھ ڈالرز کا قرضہ! جو یہ اپنے باپ کی دیوالیہ ہوتی کمپنی کے لیے لے چکی تھیں۔اس کی تیس فیصد واپسی ہوئی ہے ابھی تک۔ستر فیصد ادائیگی کے لئے محض چھ ماہ کا وقت بچا ہے ان کے پاس۔اگر یہ ادائیگی ادھوری رہی تو وہ پیشکش کریں گے ایک،اگر اس کو ٹھکرائیں گی تو ان کی زندگی کو موت سے بھی بدتر بنا دیں گے وہ لوگ"۔یہ انکشافات حیران کن نا تھے۔وہاں موجود باقی تمام لڑکیوں کی بھی ایسی ہی بیک اسٹوریز تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ان کی پروٹیکشن کی اپیل کس نے کی ہے؟"۔اب کہ وہ مدعے کی بات پر آیا۔

"ملک حنان علی"۔اور باقی سب کچھ واضح کرنے کو یہ نام ہی کافی تھا۔

"سب سے پہلے ان کا کیس فالو کرو۔اس ایک ماہ میں ان کی ساری کلئیرنس ہو جانی چاہیئے"۔وہ آرڈر دیتا اب دوبارہ سے اسکرین کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔چند مزید پوائنٹس پر بات کرتے وہ میٹنگ برخاست کر چکا تھا۔

میٹنگ روم سے باہر آکر اپنے موبائل کو دیکھا جو مسلسل وائبریٹ ہو رہا تھا۔ہاجرہ کا نام دیکھ کر خود بخود لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا۔

www.novelsclubb.com

"اسماعیل کہاں پر تھے آپ۔میں کب سے آپ کو کالز کر رہی ہوں"۔ہاجرہ کی نرم مگر بے تاب آواز کانوں سے ٹکرائی تو سارے دن کی کلفت اڑن چھو ہونے لگی۔اس نے اقرار کیا کہ من پسند عورت کی صرف آواز سن لینے سے روح پر سکون ہو جاتی ہے۔

"ایم سوری میں میٹنگ میں بزی تھا"۔ قصور ناہونے کے باوجود وہ دیری کے لیے معذرت کررہا تھا۔ دوسری جانب ہاجرہ اس کے یوں بولنے پر مسکرا دی۔

"اچھا یہ بتائیں میری بیٹی اور اس کی مما کیسی ہیں؟"۔ وہ چلتے ہوئے پارکنگ میں آگیا تھا اور اب اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"آپ کی بیٹی اور اس کی مما بالکل ٹھیک ہیں۔ اور آپ کہ امی بھی بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ بھی آپ کا پوچھ رہی تھیں۔ مگر اب وہ سو چکی ہیں ورنہ میں آپ کی بات کروا دیتی"۔ وہ تفصیل سے جواب دیتی اور پیاری لگی۔

"آپ سے ایک سوال پوچھوں"۔ ہاتھ کی مٹھی بنائے لبوں پر دھرے وہ بولا۔

"اجازت کیوں مانگ رہے ہیں؟ پوچھ لیں"۔ ہاجرہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"آپ اتنی پیاری ہیں یا مجھے ہی لگتی ہیں"۔ وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا گہرا سانس بھرتے بولا۔ دوسری جانب ہاجرہ کے گال گلابی ہو گئے۔

"لیٹ میں گیس !اس وقت آپ شرما رہی ہیں"۔وہ اس کی خاموشی بھانپتے ہوئے بولا۔اس کے اس قدر صحیح اندازے پر وہ ایک مرتبہ پھر سے مسکرا دی۔

"یہ آپ کی محبت ہے جس نے میرا عکس آپ کی آنکھوں میں بسایا ہوا ہے"۔وہ سرشار سی بولی۔

"آپ کے علاوہ ان آنکھوں کو کسی اور عکس کی ضرورت بھی نہیں۔یہ پورا کا پورا بندہ صرف آپ کا ہی ہے"۔وہ اب کہ ٹیک چھوڑے سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔سامنے سے اس کی ٹیم کا وہی ممبر جس نے ساری اطلاعات فراہم کیں تھیں اس کی جانب آ رہا تھا۔

"اچھا مجھے تھوڑا کام ہے۔میں آپ سے صبح بات کرتا ہوں۔آپ آرام کریں اور صبح یاد سے امی کے ساتھ چیک اپ کے لئے چلی جایئے گا"۔ہاجرہ کو تاکید کرتے اس نے کال کاٹ دی۔دوسری جانب ہاجرہ اداسی سے مسکرا دی۔اسے گئے ابھی

ایک دن ہوا تھا اور وہ بری طرح سے جھلا گئی تھی۔ مختصر سے دورانیے میں وہ اس کو بری طرح اپنا عادی بنا گیا تھا۔

وہ لڑکا اب اسماعیل کے قریب پہنچتا نیلے رنگ کی یو-ایس-بی اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔

"اس یو-ایس-بی میں کانفیڈینشئیل ڈیٹیلز ہیں۔ اور ان دس لڑکیوں کی بھی۔ باقی تفصیلات آپ کو میل کر دی ہیں۔ اب میں چلتا ہوں"۔ وہ ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کرتا جانے کے لیے مڑا۔ مگر اسماعیل کی آواز پر قدم زمین پر جما گیا۔

"تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا"۔ اسماعیل کے اس سوال پر وہ بنا مرے مسکرا دیا۔

"نام بتانے کی اجازت تو سر آپ کو بھی نہیں۔ اور آپ کی طرح میں بھی اپنے اصولوں کا پابند بندہ ہوں"۔ وہ اتنا کہہ کر ہوا کی تیزی سے گم ہوا۔ اسماعیل سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ یہ میکسیکو میں اس کا پہلا دن تھا جو تھکا دینے والا تھا۔ لمبے سفر کے بعد ہنگامی میٹنگ اور اب کیس کی تفصیلات۔ وہ سر جھٹکتا اپنی گاڑی میں بیٹھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گیا۔اگنیشن میں چابی گھماتا وہ کار ریورس کرتا پارکنگ لاٹ میں سے نکال رہا تھا۔چند لمحوں بعد اس کی کار سڑک پر موجود تھی۔سیاہ مرسڈیز اس کے تعاقب میں موجود تھی جس سے بے خبر وہ اپنے اپارٹمنٹ کی راہ پر گامزن تھا۔ایسا حقیقت میں تھا یا اس کے تعاقب کار کے خیال میں۔

سنگھار میز کے سامنے بیٹھی وہ اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔خنساء نے اس کی جانب ستائشی نگاہوں سے دیکھا۔سیاہ بال فرنچ چوٹی میں گندھے ہوئے تھے۔سفید رنگ کی پیروں کو چھوتی شیفون کی فراک، جس پر سنہرے رنگ کے موتی ستارے جڑے ہوئے تھے اس لباس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہے تھے۔ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ماشاءاللہ! تم تو ذرا سی تیاری میں بھی آفت لگ رہی ہو"۔اپنی مزاح کی عادت سنگ خنساء نے فوری تعریف کر ڈالی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ تعریف تھی یا طنز؟"۔ ناز نین منہ بسورے بولی جس پر خنساء کھلکھلا کر ہنس دی۔ کمرے کے باہر سے گزرتے حذیفہ نے اس کی یہ ہنسی سنی تو بے اختیار سوچا کہ کسی کی ہنسی کی کھلکھلاہٹ اتنی خوبصورت کیسے ہو سکتی ہے۔

"میں تعریف ہی کر رہی ہوں وہ بھی دل سے۔ مگر میرا تھوڑا اسٹائل الگ ہے"۔ پلکیں جھپکاتے وہ اک ادا سے بولی۔ اب کی بار ناز نین بھی مسکرا دی۔

"اچھا چلو تمہارا دوپٹہ سیٹ کر دوں۔ میں نے ابھی دیکھا تھا کہ مہمان آ گئے ہیں نیچے"۔ وہ بیڈ سے ناز نین کے دوپٹہ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"میری کبرڈ میں سے میرا حجاب بھی لا دو"۔ ناز نین مسکراتی ہوئی بولی اور ایک مرتبہ پھر سے آئینے کی جانب متوجہ ہو گئی۔

خنساء نے خاموشی سے دونوں چیزیں لا کر ڈریسنگ پر رکھ دی۔ اب ناز نین حجاب کو چہرے کے گرد لپیٹ رہی تھی اور خنساء اس کو پنز پکڑا رہی تھی۔ حجاب نے اس کے چہرے پر ایک الگ تاثر چھوڑا تھا۔ ایک الوہی تاثر جو اس کو سب سے الگ بناتا تھا۔

"ماننا پڑے گا۔ تم ہر روپ میں ہی کمال لگتی ہو نازو"۔ خنساء اس کے کندھے پر دوپٹہ پنز کی مدد سے سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

"جن کے دل خوبصورت ہوتے ہیں ان کو سب لوگوں میں خوبصورتی نظر آتی ہے۔ تم خوبصورت دل کی مالک ہو، جبھی میں تمہیں خوبصورت دکھ رہی ہوں۔ ورنہ میں تو بس ایک عام سی لڑکی ہوں"۔ نازنین انگلی میں اپنی شادی والی انگوٹھی پہنتے ہوئے بولی۔

"اب اپنی تعریف اپنے منہ کرتی میں اچھی تو نہیں لگوں گی۔ مگر تمہاری بات سے میں سو فیصد متفق ہوں"۔ خنساء کی اس بات پر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"اچھا میں تم سے ایک ریکویسٹ کر سکتی ہوں"۔ خنساء اب بیڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھائے شانوں پر پھیلاتی بولی۔ نازنین ہاتھوں میں کنگن پہنتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟"۔ خنساء آنکھوں میں آس لیے بولی۔ دوستی کے نام پر نازنین کی یادداشت کے پردے پر عائمہ اور ہانیہ لہرائیں۔ مگر پھر وہ سر جھٹک کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مسکرا دی۔ وہ اس معصوم اور خوبصورت دل کے مالک لڑکی کو انکار نا کر پائی۔ اس کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

"تھینک یو سو مچ ! تم نہیں جانتی میں کب سے یہ کہنا چاہتی تھی پر ہمت نہیں ہو پا رہی تھی"۔ خنساء اس کے قریب آتی اس کے فراک جو ڈریسنگ کے ساتھ اڑ رہا تھا آزاد کرتی بولی۔

"میں نے تمہیں ہمیشہ چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھا ہے۔ مگر اب تم دوستی کرنا چاہتی ہو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گی"۔ نازنین اتنا کہہ کر نرمی سے مسکرا دی۔

"میں تمہارے جیسی بننا چاہتی ہوں"۔ خنساء بے اختیار دل کی بات بول اٹھی۔

"اونہوں ! میں کون ہوں ؟ ایک عام سی انسان۔ تمہیں اگر بننا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ بنو۔ اس کے احکامات کو پڑھو وہ کیا پیغام اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ رب کا حق زیادہ ہے کہ اس کی پسند میں خود کو ڈھالا جائے۔ نا کہ اس کی

مخلوق "۔ ناز نین نرمی سے بولی جس پر خنساء اثبات میں سر ہلا گئی۔ ابھی وہ کوئی جواب دیتی کے حذیفہ کمرے میں آن دھمکا۔

" بھیا آنے سے پہلے ناک بھی کرتے ہیں "۔ ناز نین دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بولی جبکہ حذیفہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری۔ پھر ایک نظر خنساء کو دیکھا جو ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں اس کی توجہ کھینچ رہی تھی۔ اس سے نظریں چراتا وہ ناز نین کے قریب آیا۔

"ہمیشہ خوش رہنا۔ اگلے گھر جا رہی ہو تو یہ مت سمجھنا کہ اس گھر سے تمہارا رشتہ ٹوٹ گیا۔ جب بھی بھائی کی ضرورت ہو تو بنا جھجھک کے بلا لینا۔ اور ہاں اگر وہ نمونہ تمہیں ڈانٹے یا زچ کرے تو بس ایک بار مجھے بتا دینا۔ میں اس کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دوں گا "۔ وہ بھاری آواز میں یہ سب کہہ رہا تھا۔ اس کی باتوں سے ناز نین کا دل بھی بھر آگیا تھا۔ خنساء بھی مسکراتے ہوئے ان دونوں کی جذباتی گفتگو سن رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارے حذیفہ ! ابھی اس کی رخصتی تھوڑے ہو رہی ہے۔ تم اتنے سینٹی مت ہو"۔ خساء کی آواز پر ان کی جذباتیت پر اوس پڑی۔

"اوہ ہاں ! میں تو بھول ہی گیا تھا"۔ حذیفہ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "نیچے خالہ لوگ آ گئے ہیں، چلو جلدی لے کر آ جاؤ نیچے نازو کو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ تم دونوں نے باتوں میں لگا لیا"۔ اتنا کہتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ خنساء اور نازنین چند لمحے ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتی رہیں۔ پھر ایک ساتھ ہی مسکرا دیں۔

"چلو چلتے ہیں"۔ خنساء اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ سیڑھیوں پہ پہنچ کر خنساء نے اس کا فراک ایک کونے سے پکڑ لیا تا کہ وہ آسانی سے اتر سکے۔ ہانیہ نے کن اکھیوں سے نازنین کی جانب دیکھا۔ وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسی چار سال پہلے تھی۔

ساحر نے اسے ایک نظر دیکھا تو مبہوت رہ گیا۔ اس کے چہرے کی نرم مسکراہٹ اور الوہی پن اس کو اپنے سحر میں جکڑ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اسامہ کی نظریں اس جانب اٹھیں تو آس پاس کی ساری اشیاء دھند میں لپٹ گئیں۔بس وہ تھی اور اس کے گرد سنہری روشنی کا ہالہ۔

وہیں ثمرین اس کو آج بھی حجاب میں دیکھتیں ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔دور اندر وہ اس کے حجاب کو دل ہی دل میں قبول کر چکی تھیں۔جبھی پہلے کی طرح آج ان کے چہرے پر خفا تاثر نا تھا۔شاہین نے اس سب پر سکھ کا سانس بھرا۔

حیدر علی،رحمان اور حذیفہ محو گفتگو تھے۔نازنین اور خنساء نے بیک وقت سلام کیا جس پر سب نے مسکرا کر جواب دیا۔ساحر اس کا چہرہ نظروں میں سمائے ہوئے تھا جس پر رحمان نے اس کو ٹہوکا مارا۔

"شرم کر لے کچھ گھر والوں کے سامنے"۔اپنی جانب سے سرزنش کی مگر سامنے بھی اسی کا چھوٹا بھائی تھا۔

"آپ بھابھی کو دیکھتے ہوئے شرم کا مظاہرہ کر رہے ہیں کیا"۔معصومیت سے پلکیں جھپکاتے سوال کیا جس پر رحمان لاحول پڑھ کر اپنے دھیان ہو گیا۔ہانیہ کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہاں دیکھ کر نازنین کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا۔اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ آگئی جو پرانے دوستوں کو دیکھنے کے بعد آتی ہے۔ہانیہ نے بھی نرم مسکراہٹ کا تبادلہ کیا۔خنساء نازنین کو شاہین اور ثمرین کے درمیان میں بیٹھا کر خود سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ماشاءاللہ میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے"۔حیدر علی اس کے سر سے پیسے وارتے ہوئے بولے۔نازنین ان کی بات کے جواب کے بدلے میں نرمی سے مسکرا دی۔

"تو بھابھی آپ جانتی ہیں کہ ہم لوگ آج یہاں کس لیے آئے ہیں، تو پھر دن طے کر لیتے ہیں"۔حیدر علی نازنین کے سر پر پیار دینے کے بعد اپنی نشست سنبھالتے ہوئے بولے۔نازنین نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ساحر والہانہ انداز میں اس کو نہار رہا تھا۔اس کے برعکس اسامہ کی آنکھوں سے شیطانیت ٹپک رہی تھی۔

"جو دن آپ کو مناسب لگتا ہے وہ رکھ لیں بھائی صاحب"۔شاہین نازنین کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اس جمعے کو ٹھیک رہے گا نا؟"۔انہوں نے سب سے تائید چاہی۔

"مگر جمعہ آنے میں تو دو دن باقی ہیں صرف...."۔شاہین ایک دم بولیں۔

"جی میں جانتا ہوں۔ساری تیاریاں مکمل ہیں آپ فکر مت کریں"۔حیدر علی ان کی پریشانی دور کرنے کی غرض سے بولے۔

"رہی بات نازنین کے ڈریس کی تو وہ ہماری طرف سے ہو گا۔وہ نازنین اور ساحر اپنی پسند سے خرید لیں گے"۔شاہین مزید اضافہ کرتے ہوئے بولیں۔

جبکہ اسامہ ان دونوں کا نام ایک ساتھ سن کر مٹھیاں بھینچ گیا۔

ساحر نے طنزیہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی جس پر وہ نظریں پھیر گیا۔رحمان کی چھٹی حس اسے جس چیز کا بار بار اشارہ دے رہی تھی وہ اس کو جھٹلا رہا تھا۔عائشہ جو

اس عرصے میں خاموشی سے بیٹھی تھی جونہی خنساء پر نظر پڑی دوڑ کر اس کے پاس آئی۔

"فیری یہ دیکھیں میری مما! مما یہ دیکھیں فیری"۔ وہ خنساء کو انگلی سے پکڑے کھڑا کرتی ہانیہ کے پاس لے آئی۔ وہ دونوں حیرانی سے ایک دوسرے کا چہرہ تک رہی تھیں۔ جبکہ یہ سب دیکھ کر رحمان کی سانسیں ہوا ہونے لگیں۔ وہ فون کان سے لگاتا منظر سے غائب ہوا۔

"یہ میری فرینڈ ہیں مما! بابا بھی جانتے ہیں"۔ عائشہ معصومیت بھرے لہجے میں بتا رہی تھی جس پر ہانیہ مسکرادی۔

www.novelsclubb.com

"چلو بچو اب تم لوگ آپس میں باتیں کرلو۔ اور ہم بڑے کچھ معاملات ڈسکس کر لیں"۔ حیدر علی کی آواز پر اسامہ سب سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں دوستوں کے ساتھ باہر جارہا ہوں۔دیر سے گھر آؤں گا"۔اتنا کہتے وہ وہاں سے چلا گیا۔"آؤ نازنین ہم باہر لان میں چلتے ہیں"۔خنساء اسے سر جھکائے بیٹھے دیکھ کر بولی۔

ہانیہ بھی رحمان کو وہاں موجود نا پا کر ارد گرد دیکھنے لگی جب فون کی بیل سنائی دی۔نمبر دیکھ کر وہ خود کو پر سکون رکھے عائشہ کی طرف جھکی۔

"بیٹا آپ جا کر اپنے بابا کو ڈھونڈو۔ان کے ساتھ کھیلو۔میں ایک کال سن کر آتی ہوں"۔عائشہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔ہانیہ اسٹڈی روم کے باہر آکر کھڑی ہو چکی تھی۔فون کان سے لگاتے ساتھ ہی جو انکشاف اس کی سماعتوں میں اترا تھا وہ دہلا دینے کو کافی تھا۔ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں نمودار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔بے اختیار اسے سانس لینے میں دشواری ہوئی۔وہ دیوار کے سہارے بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔چہرے کی رنگت نچڑ کر زردی مائل ہو گئی تھی۔

خنساء ناز نین کے ساتھ گھر کے عقبی حصے میں موجود لان میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ ناز نین متلاشی نگاہوں سے ہانیہ کو ڈھونڈ رہی تھی جو پہلے تو ان کے ساتھ تھی اب نجانے کدھر رہ گئی تھی۔ جبھی اس کی نگاہ ساحر پر پڑی۔ اس کی موجودگی کا احساس وہ کر ہی نا سکی۔ نجانے وہ کب سے کھڑا یونہی اس کو دیکھ رہا ہے۔

"آہاں... کسے ڈھونڈ رہی ہیں آپ کی نظریں سرکار؟ ساحر بھائی کو؟"۔ خنساء گلا کھنکارتی شرارتی لہجے میں بولی جس پر ناز نین فقط مسکرا دی۔

"وہ دیکھیں وہاں کھڑے ہیں بھائی! میں ایسا کرتی ہوں اندر چلی جاتی ہوں۔ آپ اور وہ باتیں کریں"۔ خنساء اتنا کہہ کر وہاں سے جانے لگی تو ناز نین کی آواز پر رکی۔

"لڑکی میں ساحر کو نہیں، ہانیہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اگر ملے تو اس کو بھی اپنے ساتھ لے آنا"۔ خنساء سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔ ساحر دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اس چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ ایک نظر اس کو دیکھا اور پھر اس کے ساتھ ہی چہل قدمی شروع کر دی۔

www.novelsclubb.com

"اچھی لگ رہی ہو"۔ایک نظر اس کو دیکھ لینے کے بعد یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ تعریف نا کرتا۔

"شکریہ! ویسے آپ اتنی دیر سے وہاں کیوں کھڑے تھے۔آجاتے ادھر ہی"۔نازنین اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ساحر نے بھی رک کر اس کی جانب دیکھا۔آج وہ جتنی ہمت مجتمع کر کے یہاں آیا تھا وہ ساری ریت کا مجسمہ ثابت ہو رہی تھی۔وہ ریت جو ہاتھ سے پھسل کر خاک ہو جاتی ہے۔جس خاک سے انسان کا وجود تشکیل میں آتا ہے۔اور ایک دن وہ وجود بھی خاک ہو جاتا ہے۔مگر خاک سے انسان بننے اور انسان سے خاک بننے کے درمیان کا عرصہ جذبات کی مٹی میں گندھا ہوتا ہے۔جو انسان کو زندہ رکھتا ہے۔

"بس دل کر رہا تھا۔تمہیں دیکھوں، سنوں اور باتیں کروں"۔ساحر جوتی گھاس کے اوپر رگڑتا نظریں جھکائے بولا۔

"تو دیکھ لیں، سن لیں اور کریں باتیں"۔نازنین برجستگی سے بولی۔

ساحر مسکراتے ہوئے ایک مرتبہ پھر سے چلنا شروع ہو چکا تھا۔

"تم یہ حجاب کھول سکتی ہو، یہاں اس وقت کوئی بھی نہیں ہے"۔ وہ یونہی چلتے چلتے بولا جس پر نازنین مسکرا دی۔

" مگر اندر تو سب ہوں گے نا، پھر وہیں ہی جانا ہے"۔ نا انکار نا تردید۔ بس سادگی سے جواز پیش کیا جس پر مقابل کو اختلاف بھی نا ہوا۔

""اچھا پھر یہ بتاؤ ڈریس کس کلر میں پسند ہے تمہیں"۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہم قدم تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے کندھے پر جھولتے دوپٹے کو اپنے ساتھ لہرا رہے تھے۔ ساحر کے بھی بال ماتھے پر بکھر رہے تھے جنہیں وہ ہاتھ کی مدد سے بار بار پیچھے کر رہا تھا۔

"برائیڈل ڈریس کا پوچھ رہے ہیں؟"۔ نازنین کے پوچھنے پر ساحر سر ہلا گیا۔

"وہ تو میں آپ کی پسند سے لوں گی نا۔ آخر کو دلہن آپ کی ہوں تو ڈریس بھی آپ کی پسند سے لوں گی"۔ ناز نین کے اس جواب پر اس کا دل گویا دھڑکنا بھول گیا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی اس وقت وفا کا مجسم پیکر محسوس ہوئی تھی۔ لیکن وہ خود کیا تھا؟

"آپ بتائیں آپ کو کون سا کلر پسند ہے۔ میں وہ لے لوں گی"۔ ناز نین بنا اس کی جانب دیکھے اپنی رو میں بولتی جا رہی تھی۔ ساحر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ ویڈنگ ڈریس تم اپنی پسند سے لو۔ کیونکہ ہر لڑکی کے بہت سے خواب ہوتے ہیں اپنے اسپیشل ڈے کو لے کر"۔ وہ مدھم آواز میں بولا۔

"ہاں تو میرے سارے خواب آپ سے ہی جڑے ہیں نا"۔ آج وہ اپنے سامنے کھڑے اس مرد کو کمزور کر رہی تھی۔ اس پتھر کے مجسمے پر بار بار ضربیں لگا رہی تھی۔ وہ بکھر کر ریزہ ریزہ نا ہوتا تو کیا ہوتا؟

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے یقین نہیں آرہا"۔ساحر آسمان پر نگاہیں جمائے بولا۔اب وہ دونوں لان میں موجود کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ چکے تھے۔لان میں جل رہی روشنیاں ان کے چہروں کو جزوی طور پر روشن کئے ہوئے تھیں۔

"کس بات پر"۔نازنین متحیر لہجے میں بولی۔

"تمہاری اتنی فرمانبرداری پر"۔وہ بے بسی سے بولا۔جیسے سمجھ نا آرہی ہو کیا کہنا تھا اور کیا کہہ رہا ہے وہ۔

"میں آپ کی فرمانبردار وہاں تک ہوں جہاں تک مجھے لگا آپ ٹھیک ہیں"۔ساحر کے چہرے پر نظریں ٹکائے وہ اعتماد بھرے لہجے میں بولی۔

"اور اگر کہیں میں غلط ہوا تو؟"۔یہ سوال بے ساختہ تھا۔

"تو پھر میں آپ کو سمجھاؤں گی۔ایک گائیڈ کے طور پر"۔اس جواب پر ساحر کو مزید سوالات کرنے کا خیال آیا۔

"اور اگر میں کہوں کہ مجھے تم گائیڈ کی صورت میں نہیں بلکہ ایک فکسر کے طور پر ساتھ چلو میرے"۔یہ سوال سے زیادہ حکم تھا۔مگر اس وقت ناز نین اس کو سوال سمجھ کر جواب دے رہی تھی۔

"میں آپ کی فکسر نہیں بن سکتی۔انفیکٹ کوئی انسان بھی ہمارے لئے فکسر کا کام نہیں کر سکتا۔ہمارے ماں باپ ہماری غلطیوں کو فکس نہیں کر سکتے۔ہمارے بہن بھائی ان کو اپنے سر نہیں لے سکتے تو پھر آپ اپنی بیوی سے یہ امید کیوں رکھ رہے ہیں کہ وہ آپ کی غلطیاں فکس کرے گی؟"۔وہ عام سے لہجے میں بول رہی تھی۔مگر ساحر کے چہرے پر چھایا نرم تاثر،ایک لمحہ لگا تھا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔وہ سنجیدہ نظروں سے دیکھتا مسکرا دیا۔ناز نین جو اپنی رو میں بول رہی تھی اس کے یوں خاموش ہو جانے پر رکی اور اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"رات بہت ہو گئی ہے۔ تم بھی تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔ آ جاؤ اندر چلتے ہیں۔ صبح پھر ڈریس لینے بھی جانا ہے"۔ اتنا کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ناز نین بھی سر ہلاتی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"آپ کے کام کا کیا بنا.... ہو گیا؟"۔ اچانک ذہن میں سوال آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"نہیں...ابھی کوشش کر رہا ہوں"۔ دوسری جانب سے سنجیدگی سے بھرا جواب دیا۔

"میری باتیں بری لگی ہیں کیا آپ کو؟"۔ بدلہ ہوا لہجہ، گھٹتی ہوئی نظروں کی وارفتگی نے اسے یہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"نہیں بس کچھ سوچ رہا ہوں۔ فکر مت کرو تم سے ناراض کیوں ہونے لگا"۔ ساحر اب کہ مسکراتے ہوئے بولے۔ اس کے مسکراتے لب دیکھ کر ناز نین بھی مسکرا دی مگر دور اندر کہیں وہ جانتی تھی کہ اس کی باتیں ساحر کو بری لگی ہیں۔ اب حقیقت بری لگے گی تو وہ اس کو بدلنے سے تو رہی۔

ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں اور دوسرے سے فون کان سے لگائے چہرے پر خفگی بھرے تاثرات سجائے وہ برہم دکھائی دے رہا تھا۔

"میں نے ساری ڈیٹیلز مانگی تھیں جو ابھی تک مجھے نہیں ملیں"۔وہ برہمی سے بولا۔

"سر ان کا سسٹم اتنا کمزور نہیں ہے کہ ہم فنانس کی ساری ڈیٹیلز دو دن میں نکال لیں"۔سامنے والا شخص گھگھیائے لہجے میں بولا۔

"مجھے اگلے بارہ گھنٹوں میں ساری ڈیٹیلز چاہئیں اینڈ ڈیٹس اٹ! کوئی بہانہ نہیں سنوں گا میں اگلی بار"۔دھمکی آمیز لہجے میں بولتا کال منقطع کی۔وہ راہداری میں سے گزر کر جب واپس لاؤنج کی جانب بڑھ رہا تھا تو اسٹڈی کی دیوار کے ساتھ بے حس و حرکت کھڑی ہانیہ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔تیز تیز قدم اٹھاتا وہ اس کی جانب آیا

اور ہاتھ بڑھا کر اس کا کندھا ہلایا۔ جس پر اس چاندی کے مجسمے کا سکتہ ٹوٹا۔ تاثرات میں زندگی دوڑی۔ ساکت پتلیوں میں حرکت پیدا ہوئی۔

"یہاں پر ایسے کیوں کھڑی ہو"۔اب کہ فکر مندی سے سوال کیا۔

"وہ کچھ نہیں بس اندر جانے لگی تھی بس میں"۔ نظروں میں براہ راست دیکھنے سے احتراز برتتے جواب دیا۔

"اچھا چلو آؤ اندر چلیں۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ مما پاپا کو بتالوں پھر گھر چلتے ہیں"۔یونہی اس کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے ساتھ چلانے لگا۔اور وہ کسی بے جان مجسمے کی مانند اس کے ساتھ گھسیٹنے لگی۔

وہیں باقی گھر والے بھی ان دونوں کو آتے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ہانیہ نے ایک نظر سارے میں دوڑائی۔ کتنی مکمل مسکراہٹیں تھیں ان سب کے چہروں پر۔ کیا وہ رحمان کو بتا کر درست کرے گی وہ سب۔ دل اور دماغ کی اس جنگ میں

www.novelsclubb.com

دماغ جیت گیااور اپنے ہی فیصلے کی نفی کرتی وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب آکر رکی۔

"آگئے ہو تم لوگ... ہم بھی بس تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ چلو گھر چلتے ہیں"۔ حیدر علی ان دونوں کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔ میزبان مہمانوں کو وداع کرنے دروازے تک آئے۔ اور ایسے ہی ایک پر مسرت ملاقات اپنے اختتام کو پہنچی۔

رات کی سیاہی میں اضافہ ہونے کے ساتھ ہی علاقے کے مکین اپنے اپنے گھروں میں دبک گئے تھے۔ رحمان دھیمی رفتار سے کار ڈرائیور کر رہا تھا وجہ یہ تھی کہ پچھلی نشست پر عائشہ سو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی کی نیند میں خلل پڑے۔

ہانیہ گم سم سی گال شیشے کے ساتھ لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

"کہیں یہ ساری اداکاری میرے تعریف نا کرنے کی وجہ سے تو نہیں ہے ؟"۔رحمان نے اس کی خاموشی پر لگے قفل کو توڑنے کی خاطر سوال کیا۔جس پر ہانیہ بنا اس کی جانب دیکھے مسکرادی۔

"تمہارے تعریف کرنے کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں میری زندگی میں"۔ہانیہ یونہی دھیمی آواز میں بولی۔

"اپنے مسئلے بلا جھجک مجھے بتا سکتی ہو تم"۔وہ چاہ رہا تھا کہ وہ اس پر یقین کرے ۔دوسری جانب وہ چاہ رہی تھی کہ اس کے کندھے پہ سر رکھ کر سب کہہ دے۔مگر جو چیز اسے روکے ہوئے تھی وہ سامنے موجود شخص کی چلتی سانسیں۔کیونکہ اگر وہ تھم جاتیں تو اس کا تھمنا محال تھا۔

"کچھ نہیں بس سر بھاری ہو رہا ہے میرا۔تم پلیز جلدی ڈرائیو کرو مجھے سونا ہے"۔ایک بار پھر یقین نا کرنے کا فیصلہ کیا۔ہو سکتا ہے وہ اکیلی ہی اپنی غلطیاں درست کر لے۔

رحمان نے بھی مزید کوئی سوال کرنا ضروری نا سمجھا اور خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔

ہانیہ عبید سے دل کی بات اس کی مرضی کے بغیر اگلوانا ایک ناممکن امر تھا۔

اگلی صبح کا سورج افق پر اپنی چھب دکھا کر بادلوں کی اوٹ میں غائب ہو چکا تھا۔ ہوا کی خنکی ہنوز برقرار تھی۔ ہانیہ جو جلدی آنکھ کھلنے کے باعث لان میں چہل قدمی کر رہی تھی رحمان کو گیٹ سے داخل ہوتے دیکھ کر حیران ہوئی۔ رحمان اس کی حیرانی کو بھانپتے اس کے قریب آکر رکا۔

"تم اتنی ٹھنڈ میں صبح صبح کہاں گئے تھے؟ وہ بھی بنا کوئی گرم کپڑا پہنے"۔ وہ فکر مند لہجے میں بولی۔ رحمان اس کے یوں فکر مند ہونے پر مسکرا دیا۔

"اتنی صبح صبح میں مسجد سے نماز پڑھ کر لوٹا ہوں جناب"۔جتانے والے انداز میں جواب دیا جس پر ہانیہ خجل سی ہوتی نظریں جھکا گئی۔

"میرے سامنے یوں نظریں مت جھکایا کرو۔میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعتماد سے ہر چیز کہا کرو۔چاہے غلط ہو یا صحیح۔تمہارا یوں نظریں جھکانا پسند نہیں مجھے"۔ تھوڑی سے اس کا چہرہ اوپر کی جانب اٹھاتے وہ نرم لہجے میں بولا۔اور مقابل تو گویا ایک ساکن مجسمہ بن چکی تھی۔اس شخص کی آواز کو وہ پہروں سن سکتی تھی۔اس صورت کو وہ پہروں دیکھ سکتی تھی۔سامنے اس کا محب تھا نا کہ محسن، جو چیزیں جتاتا۔

www.novelsclubb.com

"اپنی غلطی پر بھی نظریں نا جھکاؤں؟"۔اب کہ ان سبز آنکھوں میں براہ راست دیکھتے سوال کیا۔ جس پر اس کی تھوڑی چھوڑتے وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

" نظریں یا سر جھکا کر معافی صرف ایک ذات سے مانگا کرو۔جو ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے"۔اب کہ وہ دونوں ایک ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے۔سرد ہوا کے

تھپیڑے ہانیہ کی رنگت میں سرخی بھر رہے تھے۔رحمان بے اختیاری میں اس کو دیکھے گیا۔ہانیہ بھی اس کے یوں رک جانے پر حیران ہوئی۔اتنی مجسم خوبصورتی دنیا کے کسی نظارے میں نا تھی جتنی اس عورت کے ساتھ میں تھی۔وہ سراپا محبت تھی۔

"کیا ہوا رک کیوں گئے"۔ہانیہ ابرو اچکائے بولی۔

"سوچ رہا ہوں تم اگر اسی طرح سے خوبصورت دکھو گی تو میں اپنا معصوم دل لے کر کہاں جاؤں گا"۔اس کا گال چھوتے بے خودی میں دل کی بات کہہ ڈالی۔جبکہ ہانیہ تو حیران رہ گئی جو کل اس سے تعریف سننے کی متمنی تھی آج اس رف سے حلیے میں اس کی تعریف کر رہا تھا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو"۔وہ روہانسی ہوئی۔

"او نہوں۔میں تمہارا مذاق کیوں اڑانے لگا...میں تمہیں ایسا لگتا ہوں؟"۔الٹا ناراض ہوتے اسی سے سوال کر ڈالا۔

"کل رات بھی تعریف نہیں کی تھی تم نے میری اور اب صبح جب میں اس سر جھاڑ حلیے میں ہوں تو تم میری تعریف کر رہے ہو"۔ کل رات والا شکوہ بھی ساتھ عود آیا۔

"میں کیا کرتا یار... اگر تعریف کرنے بیٹھ جاتا تو پھر ہم لوگ ڈنر پر نا جا پاتے"۔ آنکھوں میں معنی خیز تاثر لئے جواب دیا جس پر ہانیہ کی رنگت میں مزید سرخیاں گھل گئیں۔

"اور تم مجھے ہر وقت، ہر لمحے خوبصورت لگتی ہو۔ چاہے پوری تیاری کے ساتھ میرے روبرو ہو یا اس سر جھاڑ حلیے میں"۔ وہ سادگی سے اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا بنا کسی بناوٹ کے۔ اور اس کی اس سادگی کی ادا پر ہی تو وہ قربان تھی۔

"اچھا ویسے ایک بات کہوں ہانیہ"۔ اب کہ ذرا سنجیدگی سے اجازت مانگی جس پر ہانیہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"تمہارا لون کتنا ہے جو تم نے ہے کرنا ہے؟"۔اس سوال پر ہانیہ بھونچکا گئی۔وہ اس سوال کی امید نہیں رکھتی تھی۔

"کونسا قرض؟"۔لہجہ ہموار کرتے بولی۔رحمان نے بس ابرو اچکا کر اس کی جانب دیکھا۔

"تم مجھ سے محبت کرتی ہو مگر اعتبار نہیں کرنا چاہتی۔اور میں اتنا بھی پاگل نہیں ہوں کہ تم سے اعتبار کی بھیک مانگوں"۔اب کہ کچھ سخت لہجے میں باور کروایا۔ان الفاظ اور لہجے نے ہانیہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔وہ اس سے پہلے کچھ کہنے کو لب کھولتی رحمان بول اٹھا۔

www.novelsclubb.com

"تم نہیں یقین کرنا چاہتی تو ٹھیک ہے۔آج کے بعد میں تمہارے کسی پرسنل میٹر میں انٹرفئیر نہیں کروں گا۔شائد میری ہی کوئی غلطی ہے جو تم مجھ پر اعتبار نہیں کر رہی"۔افسردگی سے کہتا وہ جانے کو مڑا تو بازو پر گرفت محسوس کرتے رک

گیا۔واپس مڑ کر دیکھا تو سامنے آنکھوں میں وہ من من آنسو لئے ٹکر ٹکر اس کا چہرہ تک رہی تھی۔

"یہاں پر نہیں،روم میں چل کر بات کرتے ہیں"۔اپنی آواز کو قدرے ہموار رکھتے ہوئے وہ بولی۔رحمان اس کی بات پر سر ہلاتے ہوئے چل پڑا۔ہانیہ بھی اس کے ساتھ ہولی۔کمرے میں پہنچ کر دروازہ لاک کرتی ہانیہ پلٹی۔رحمان ڈریسنگ کے ساتھ ٹیک لگائے اس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔اس کے ہر انداز میں بے چینی تھی۔پھر وہ بستر پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی۔دونوں ہاتھ گود میں دھرے باہم ملائے اور بولنا شروع کیا۔

www.novelsclubb.com

"بابا کے جانے کے بعد بہت کچھ بدل گیا تھا۔وہ اپنا بزنس امریکہ سے ٹوٹلی پاکستان شفٹ کر چکے تھے۔ان کی کمپنیز میرے انڈر تھیں۔مگر پچھلے دو سالوں سے مسلسل لاس کی وجہ سے فنانس کے مسائل حل کرنے کے لئے میں نے لان لے لیا"۔وہ نظریں رحمان کے چہرے پر ٹکائے بولی۔

"قرضہ کن سے لیا تھا؟"۔اتنی لمبی تفصیل کے بدلے میں صرف یہ پوچھا۔

"شیخ زیان"۔یہ نام سننا تھا کہ رحمان کا دماغ الٹ گیا۔

"تم جانتی ہو نا کہ تم کیا بات کہہ رہی ہو؟...کیا تم اپنے ہوش و حواس میں کہہ رہی ہو یہ سب ہانیہ؟"۔اس نے ایک مرتبہ پھر تصدیق چاہی۔

"افسوس کے یہ سچ ہے"۔ہانیہ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بولی۔دل تو کیا اس وقت دو جڑ دے اس کے دماغ میں کہ کدھر سے کدھر نکل پڑی تھی یہ محترمہ۔مگر پھر غصہ ضبط کرتے سوال کیا۔

"کتنا قرض باقی رہتا ہے"۔ہانیہ کچھ نا بولی خاموش رہی۔رحمان قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا اور برابر میں بیٹھ گیا۔اس کا چہرہ اوپر کیا اور خود میں بھینچ لیا۔

"فکر مت کرو، میں سب سنبھال لوں گا"۔اس کے بال سہلاتے تسلی دی۔اور ایک یہی تسلی تھی جس کی وہ تلاش میں تھی۔کب کے رکے ہوئے آنسو رواں ہو

چکے تھے جو مسلسل رحمان کا کندھا بھگو رہے تھے۔ یہ رونا اسے تکلیف دے رہا تھا۔ وہ اپنے سامنے اسے کمزور پڑھتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"شش.... بس اب رونا بند کرو۔ میرے ہوتے ہوئے ان آنکھوں میں آنسو مت لاؤ"۔انگلیوں کی پوروں کی مدد سے اس کے آنسو صاف کرے نرم لہجے میں بولا۔

"میں نہیں جانتی تھی.... کہ حالات اتنے.... خراب ہو جائیں گے۔ کل مجھے...پتا چلا کہ میری قرض کی مدت گھٹا دی گئی ہے۔ صرف دو ماہ ہیں میرے پاس رہ گئے"۔وہ اٹکتے ہوئے نم لہجے میں بولی۔

"تم فکر مت کرو۔ میں سب دیکھ لوں گا"۔اس کو تسلی دیتے ہوئے بولا جس پر ہانیہ بھی آنکھیں موند گئی۔ دوسری جانب رحمان کے چہرے پر فکر کی پرچھائیاں اپنی چھب دکھلانا شروع ہو چکی تھیں۔

وہ کرسی پر سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا ہوا تھا جب دروازہ کھلنے کی آواز پر آنکھیں کھول کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیسے ہیں باباب...ان کی سرجری صحیح سے ہو گئی ہے نا"۔ سعد کے کمرے میں آتے ساتھ ہی وہ سوال کرنے لگا جس پر وہ اپنا کوٹ اتارتا کرسی کی پشت پر ڈالے اس کے برابر میں موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سانس تو لے لینے دو مجھے۔ ڈبل شفٹ لگا کر آیا ہوں میں"۔ سعد گردن کی پشت پر ہاتھ سے دباؤ ڈالتا بولا جس پر شہریار کو شرمندگی ہوئی۔

"سوری میں ذرا جذباتی ہو گیا تھا"۔ فوری معذرت کر ڈالی۔

"ارے معافی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری حالت۔ اتنے عرصے بعد جب باپ سے ملو اور دوبارہ کھو جانے کا خوف ہو تو یہی حال ہوتا ہے"۔ سعد اس کی شرمندگی کو کم کرنے کی غرض سے بولا۔

"ویسے انکل کی سرجری کامیاب ہوگئی ہے۔چند گھنٹوں میں انہیں ہوش آجائے گا.... پھر تم ان سے مل لینا"۔سعد اس کی بے چینی بھانپتے بولا۔

"اگر چاہو تو آرام کرلو گھر جاکر۔جیسے ہی انکل کو ہوش آئے گا میں تمہیں کال کر دوں گا"۔اس کی رت جگے کے باعث سرخ آنکھیں دیکھتے وہ رسان سے بولا۔

"نہیں میں بابا سے مل لوں ایک مرتبہ تو پھر ہی جاؤں گا گھر"۔سعد کندھے اچکا گیا۔

"کیا میں ان کو دیکھ سکتا ہوں؟"۔

"ہاں ان کو وارڈ میں شفٹ کردیا گیا ہے۔تم دیکھ سکتے ہو انہیں وہاں پر"۔اتنا سننا تھا شہریار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آفس سے باہر نکل گیا۔پیچھے سعد نفی میں سر ہلا کر مسکرا دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہیں شہریار دوسری جانب اپنے باپ کے کمرے میں پہنچا تو مختلف قسم کی نالیوں میں جکڑا ان کا وجود دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ایک ہی دن میں وہ نحیف و ناتواں دکھائی دینے لگے تھے۔

"بابا آپ مجھے ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے ہیں۔میں آپ کو خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔میرے سوالوں کے جواب بھی ابھی آپ پر قرض ہیں۔میرے حصے کی بچپن کی شفقت وانسیت بھی آپ پر قرض ہے۔یہ سب قرض چکائے بغیر آپ مجھ سے منہ نہیں موڑ سکتے"۔وہ نم آنکھوں سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔پھر ان کے ڈرپ لگے ہاتھ پر نرمی سے لب رکھتا وہ پیچھے ہٹا۔اور یونہی ان کے قریب کھڑے ان کو دیکھنے لگا۔آخر کو وہ اس کے بابا تھے ان پر سب سے زیادہ حق اس کا تھا۔

ساحر اور نازنین اس وقت بوتیک میں موجود تھے۔ جہاں نت نئے ڈیزائنز کے جوڑے قطار در قطار ٹنگے تھے۔ زرق برق لباس اپنی جانب توجہ کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتے تھے مگر ساحر اور نازنین کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ان دونوں کو ہی ایک بھی لباس پسند نہیں آیا۔

"یہ سب بہت ہیوی ڈریسز ہیں، مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی"۔ نازنین چہرے پر بے زاری لیے بولی۔

"سمجھ تو مجھے بھی کچھ نہیں آ رہی۔ یہ لڑکیوں کے کپڑے خریدنا اتنا مشکل کیوں ہے یار"۔ ساحر ادھر ادھر نظریں دوڑاتا بولا۔ اس کے اس درجہ معصومیت سے کہنے پر وہ کھلکھلا کر مسکرا دی۔ ساحر نے بے اختیار اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔ اور سوچا کہ کیا وہ اس کی ہمراہی میں ہمیشہ یونہی مسکرا سکے گی؟

"آپ کو پتا ہے جتنے بھی نیو کلرز مارکیٹ میں انٹروڈیوس ہوتے ہیں وہ ہم لڑکیوں کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ ریڈ میں ہی تیس شیڈز ہم لڑکیاں فوراً پہچان لیتی ہیں"۔ وہ پرجوش انداز میں بول رہی تھی۔

ابھی ساحر اس کی بات کا جواب دیتا اس سے پہلے ہی اس کی نظر سفید رنگ کے ایک لباس پر گئی۔ نازنین کا ہاتھ تھامے وہ وہاں تک لے آیا۔ وہ پیروں کو چھوتا کھلے گھیر والی میکسی تھی۔ جس کی ٹیل پیچھے کی جانب زمین پر بچھی تھی۔ سبز نگینوں کے کام نے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا تھا۔

"This time I wanna see you in white"

www.novelsclubb.com

اس لباس پر نظریں جمائے ساحر مدھم آواز میں بولا۔ ستائش تو نازنین کی آنکھوں میں بھی ابھری تھی اس میکسی کو دیکھ کر۔

"یہ پہلا آرٹیکل ہے جو اتنا یونیک اور خوبصورت ہے"۔ نازنین بھی سراہنے والے انداز میں بولی۔

"مگر آپ کا فیورٹ کلر تو ریڈ ہے نا؟"۔ مگر پھر یاد آنے پر یاد دہانی کروائی۔

"ہاں! مگر تم جو بھی رنگ پہنو گی وہ میرا فیورٹ ہو جائے گا"۔ براہ راست نازنین کی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو ڈریس ٹرائی کر لو.... سائز وغیرہ کا ایشو نا ہو"۔اب کہ وہ یوں بولا گویا یہی میکسی فائنل ہو۔

"اوکے.... میں ٹرائی کر لیتی ہوں"۔ مطلوبہ کاؤنٹر پر جا کر ہدایات دیتی وہ ڈریس پکڑتی ٹرائل روم میں چلی گئی۔

ساحر جو اس کے انتظار میں کھڑا تھا، ہاتھ میں پکڑا موبائل کے رنگ ہونے پر اسے دیکھا اور اسامہ کا نمبر دیکھ کر پیشانی پر بل پڑے۔ فون کان سے لگایا...اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتا اسامہ پہلے ہی بول اٹھا۔

"امید کرتا ہوں ڈریس خرید لیا ہو گا آپ نے اپنی بیوی کے لئے۔ مگر کچھ تصاویر ہیں جو میں نے آپ کو واٹس ایپ کی ہیں ان کو ایک مرتبہ دیکھ لیجئے گا"۔ اتنا کہتے ہی ٹھک سے فون بند کر دیا۔ ساحر نے ہنوز ماتھے پر بل لئے واٹس ایپ کھولی۔ اسامہ کے نمبر پر تین نوٹیفیکیشنز دیکھائی دے رہے تھے۔ چیٹ کھولتے ساتھ ہی سامنے موجود تصاویر دیکھ کر وہ ایک لمحے کو شل ہوا۔

ایک تصویر میں اسامہ نازنین کے بے حد قریب کھڑا تھا۔ گو کہ واضح نا تھا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں مگر ایک شکی مرد کو یہ دکھانا ہی کافی تھا۔ اور پھر پس منظر میں کلب دیکھائی دینا ساری پہیلی حل کر گیا۔

www.novelsclubb.com

دوسری تصویر میں وہ اور نازنین کسی مال میں تھے جہاں پر وہ خریداری کر رہی تھی۔ ساتھ ہی تیسرا میسج کچھ یوں تھا۔

"ابھی تو یہ صرف دو ہی تصاویر ہیں مسٹر ساحر! ان کی بھی اگر تفصیل چاہیئے ہوئی تو بتا دیجیئے گا۔ دیکھ لیں آپ کی بیوی سر عام مالز اور کلبز میں مجھ سے ملاقاتیں کرتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے۔اور یہ تو وہ ملاقاتیں ہیں جو سرعام ہوئی ہیں۔ تنہائی میں ہوئی ملاقاتیں تو....."۔اتنا لکھ کر پیغام ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ ساحر ضبط کرتا آنکھیں میچ گیا۔اس نے کیسے تصور کر لیا کہ وہ خود مکمل گنہگار ہو اور اسے ایسی عورت ملے جس کا نامہ اعمال فرشتوں جیسا ہو؟

ابھی وہ کوئی رد عمل ظاہر کرتا اس سے قبل ہی نازنین کو اپنی جانب آتا دیکھا۔وہ اس کے پسند کردہ لباس میں تھی۔اور اس میں کوئی شک نہیں تھا یہ لباس اس کے علاوہ کسی اور پر جچتا بھی نا۔ مگر چند لمحے قبل والے واقعے نے ساحر کی ساری گرمجوشی ہوا کر دی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ قدم قدم چلتی ساحر کے قریب آرہی تھی۔ سفید رنگ کا سلک سکارف سر اور کندھوں کو ڈھکے ہوئے تھا۔وہ لوگ سب سے پہلے آگئے تھے۔ تبھی بوتیک میں ابھی صرف اسٹاف موجود تھا وہ بھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف۔نازنین کے سیاہ بال اسکارف سے نیچے ڈھلکے دیکھائی دے رہے تھے۔ جنہیں کلپ لگا کر کوور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا ہوا تھا اس نے۔وہ چند قدم کے فاصلے پر آکر رکی۔دونوں ہاتھوں سے میکسی کا گھیر تھامے ساحر کی جانب دیکھ کر بولی۔

"اچھی لگ رہی ہے نا؟"۔

"ہاں!"۔ساحر کے یک لفظی جواب پر اسے مایوسی ہوئی۔

"اگر آپ کو یہ نہیں پسند آیا تو کوئی اور ڈریس دیکھ لیتے ہیں"۔اب کہ وہ بھی سری گرمجوشی بھلائے سنجیدگی سے بولی۔

"میں نے ایسا کب کہا؟"۔اپنے ردعمل پر وہ خود ہی گڑبڑا گیا۔اسامہ کی باتوں میں آکر وہ اپنی بیوی پر شک نہیں کر سکتا تھا۔اس کے کردار کو جج نہیں کر سکتا تھا۔اور نا ہی سامنے موجود لڑکی کی آنکھوں میں اداسی دیکھ سکتا تھا۔

"یہ ڈریس بنا ہی تمہارے لیئے ہے۔اگر تمہیں نہیں پسند تو تبدیل کر لو"۔ساحر لہجہ ہموار کیئے بولا۔اتنی سی بات تھی نازنین کا چہرہ کھل اٹھا۔

"نہیں مجھے تو یہ بہت پسند آیا"۔وہ پر جوش سی بولی۔

"او کے پھر اس کو ڈن کر کے پیک کرواتے ہیں۔باقی کی چیزیں خریدتے ہیں اور پھر تمہیں لنچ پر لے چلتا ہوں"۔ساحر مسکراتے ہوئے بولا۔

نازنین مسکراتی ہوئی دوبارہ سے ٹرائل روم کی جانب بڑھ گئی۔

چند لمحے قبل اسامہ کی بھیجی گئی تصاویر سامنے موجود عورت کی حقیقت کے آگے صفر لگی تھیں۔

---

www.novelsclubb.com